جدید ذرائع ابلاغ سے

خبر استقاضہ

کا ثبوت

ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی

جدید ذرائع ابلاغ سے خبر استفاضہ کا تحقیقی و منصفانہ جائزہ علما، فقہا و مشائخ
کے تحقیقات کی روشنی میں مدلل و مبرہن رسالہ بنام:

جدید ذرائع ابلاغ
سے
خبر استفاضہ کا ثبوت

(ازقلم)

ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی

تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)

ناشر:

کنز الایمان فاؤنڈیشن، تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)

فہرست بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: جدید ذرائع ابلاغ سے خبر استفاضہ کا ثبوت

مولف: ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی
تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)

نظر ثانی: مفتی محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی
بنوٹا، مہوتری، نیپال۔ نائب ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز

سال اشاعت: شوال 1447ھ مطابق اپریل 2026ء

ناشر: کنز الایمان فاؤنڈیشن، تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)

Publisher:
Kanzu Iman Foundation
Tarapatti,Dhanusha(Nepal)

فہرست رسالہ

نمبر شمارہ	مضامین	صفحہ
۱	کتاب و مؤلف ایک انمول تحفہ	5
۲	ثبوتِ ہلال کا بدلتا منظر نامہ	۹
۳	خبر استفاضہ اور مدنی میاں کی تحقیق انیق	۱۱
۴	پہلا طبقہ	۱۴
۵	اعلیٰ حضرت کے نزدیک خبر استفاضہ اور اس کی شرعی حیثیت	۲۱
۶	خبر استفاضہ اور بحر العلوم	۲۵
۷	خبر استفاضہ اور محدث کبیر کی تحقیق	۲۶
۸	خبر استفاضہ اور حضور تاج الشریعہ	۲۹
۹	ایرادات و جوابات	۳۲
۱۰	دوسرا طبقہ	۳۲
۱۱	محقق مسائل جدیدہ علامہ مفتی محمد نظام الدین مصباحی کی تحقیق	۳۶
۱۲	مجمع البحرین مفتی عبید الرحمن رشیدی صاحب کی تحقیق بے نظیر	۳۷
۱۳	ایرادات و جوابات	۴۲
۱۴	تحقق استفاضہ میں اختلاف اور اتحادِ امت کی راہ	۴۵
۱۵	قاضی و نائب قاضی کے اعلان کی حیثیت اور عملی راہ	۴۶
۱۶	نیپال کے تناظر میں لائحہ عمل اور مختلف فیہ مسئلہ کا معتدل حل	۴۸

کتاب و مؤلف ایک انمول تحفہ

حامدا و مصلیا و تسلیما

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زیرِ نظر کتاب ''جدید ذرائع ابلاغ سے خبرِ استفاضہ کا ثبوت'' عصرِ حاضر کے نہایت اہم، نازک اور کثیر الابتلاء فقہی مسئلہ یعنی ثبوتِ ہلال پر ایک وقیع، جامع اور بصیرت افروز علمی کاوش ہے۔ یہ وہ موضوع ہے جس نے آج کل بالخصوص برصغیر اور نیپال جیسے ممالک میں نہ صرف علمی حلقوں بلکہ عوامی سطح پر بھی شدید اختلافات اور کبھی کبھار افسوسناک انتشار کو جنم دیا ہے۔ ایسے پُرآشوب ماحول میں یہ کتاب ایک معتدل، مدلل اور بصیرت افروز رہنمائی فراہم کرتی ہے، جس کی ضرورت آج پہلے سے کہیں زیادہ محسوس کی جارہی ہے۔ مصنفِ محترم نے نہایت عرق ریزی، دیانتِ علمی اور فقہی بصیرت کے ساتھ اس پیچیدہ مسئلہ کے تمام پہلوؤں کو نہ صرف جمع کیا بلکہ اکابر اہلِ سنت کے دونوں معروف موقف کو دیانت داری کے ساتھ پیش کرکے قارئین کے لیے ایک متوازن فکری فضا فراہم کی ہے۔ یہی وہ اسلوب ہے جو اختلاف کو انتشار کے بجائے تحقیق و تدبر کا ذریعہ بناتا ہے۔ کتاب میں قدیم فقہی اصولوں اور جدید ذرائع ابلاغ کے باہمی تعلق کو جس انداز سے پرکھا گیا ہے، وہ مصنف کی گہری فقہی نظر اور عصری شعور کا روشن ثبوت ہے۔

اس کتاب میں دونوں فریق کے اقوال و فتاوی کو ان کے مضبوط دلائل سے مزین کرکے خوب واضح کیا ہے، نیز آپ نے ان مسائل کو قارئین کی تفہیم کے مطابق ایراد و جواب کی شکل میں تحریر فرماکر معترضین کے بھی اشکال کو کماحقہ دور کردیا ہے۔

اس مسئلے میں اہلِ سنت کے جلیل القدر علماء کے درمیان دو معروف موقف پائے جاتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ دونوں ہی طبقے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے

متبعین ہیں، اور انہیں کے فقہی و تحقیقی منہج و موقف سے فیضیاب ہیں، البتہ موجودہ حالات اور اس جدید سائنسی ایجادات کے دور میں تطبیق و ترجیح میں اختلاف کی بنا پر دو الگ رجحانات سامنے آئے ہیں۔

ایک طبقہ نے بذریعہ موبائل فون متعدّد مقامات سے متعدّد افراد کے ذریعہ دی گئی خبروں کو خبر استفاضہ کا درجہ نہیں دیا ہے، ان کے نزدیک خبر استفاضہ کی تعریف میں علامہ رحمتی نے جو قید لگائی ہے وہ سب سے اہم اور خبر استفاضہ کے لئے تمام قیودات کے ساتھ متعدّد جماعت کی آنے کی قید ایسی شرط ہے جس کے بغیر اس کا تحقق ممکن نہیں۔

جب کہ دوسرے طبقہ نے موجودہ وقت میں خبر استفاضہ کے تحقق کے لئے اس قید کو ضروری تسلیم نہیں کیا ہے اور اس کے بغیر بھی بشمول باقی شرائط قبول کرتے ہوئے خبر استفاضہ کی تعریف میں توسیع پیدا کی ہے۔ اور نکتہ ارتکاز یہی قید ہے۔

جسے مؤلف موصوف نے اپنی فقہی بصیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، بطور منصفانہ جائزہ دونوں طبقے کے علما و مشائخ کی دلائل کو بتدریج پیش فرمایا ہے۔

آپ نے واضح کیا ہے کہ پہلے طبقے کا موقف کمال احتیاط پر مشتمل ہے، جب کہ دوسرے طبقے کا موقف بھی مسلک اعلی حضرت کی روشنی میں بدلتے ہوئے حالات زمانہ کی رعایت اور جدید ذرائع ابلاغ کی افادیت پر مشتمل ہے۔

معزز قائین جب ہم انشراح صدر کے ساتھ اس مختصر کتاب کا مطالعہ کریں گے تو ہمیں ضرور آپسی اتحاد کی کوئی راہ مل جائے گی، اور ان شاءاللہ اختلاف کا خاتمہ ہو سکے گا۔

مصنف موصوف کی علمی و فکری شخصیت بجا طور پر قابلِ تحسین ہے۔ آپ حضور شیرِ نیپال علیہ الرحمہ کے شاگردِ رشید اور معتمد خلیفہ ہونے کے ساتھ ساتھ متعدّد دینی، تعلیمی و سماجی تنظیموں کے بانی، سرپرست، رکن اور مشیر ہیں۔ آپ کی تصنیفی خدمات بھی قابلِ رشک ہیں؛ متعدّد کتب کی تالیف و ترتیب کے ساتھ ساتھ درجنوں تحقیقی مقالات آپ کے قلمِ

زر نگار سے منظرِ عام پر آچکے ہیں، جنہیں اہلِ علم نے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ آپ کی علمی گہرائی کے ساتھ ساتھ فکری وسعت، اعتدال، متانت اور دیانتِ علمی نمایاں اوصاف ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی خدمات کا اعتراف مختلف علمی و دینی حلقوں میں ہو چکا ہے اور آپ کو کئی اعزازات، خاص طور پر آپ کے مرشد کریم سے منسوب "حضور شیر نیپال ایوارڈ" سے نوازا جانا اسی کا مظہر ہے۔ جب کہ نیپال میں بڑھتی ہوئی قادیانیت کے رد میں آپ کی عظیم الشان تحقیقی تصنیف ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے، جس پر علما و مشائخ کی موجودگی میں اٹھر وا کھریانی، نیپال میں منعقد ہونے والے جلسۂ امینِ شریعت کے موقع پر آپ کو "پاسبانِ ختمِ نبوت" کا باوقار خطاب دیا جانا آپ کی دینی غیرت اور تحقیقی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تحریر کے ساتھ علمی خطابت میں بھی آپ کو ایک منفرد مقام حاصل ہے، اگرچہ آپ کرسی شکن خطیبوں کی طرح مشہور نہیں مگر علاقائی علما میں معروف اور سنجیدہ لب و لہجہ کے سبب مقبول ضرور ہیں۔ آپ کی تقاریر محض جذباتی نہیں بلکہ علمی، اصلاحی اور فکر انگیز ہوتی ہیں۔ آپ کی معروف تصنیف "خطباتِ برکات" جو ۳۶ علمی و اصلاحی خطبات کا مجموعہ ہے جو خواجہ بک ڈپو دہلی سے شائع ہو چکی ہے آپ کے خطیبانہ کمال اور علمی وسعت کی واضح دلیل ہے۔

یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ ایسی بلند فکر، صاحبِ علم اور باصلاحیت شخصیت اپنے وطن میں دینی خدمات انجام دینے کے بجائے معاشی مجبوریوں کے سبب بیرونِ ملک قطر میں مقیم ہے اور گزشتہ کئی برسوں سے ملازمت میں مشغول ہے۔ یہ صورتحال صرف ایک فرد کا نہیں بلکہ پورے معاشرے کا المیہ ہے کہ قابل اور مخلص اہلِ علم عوامی بے توجہی، ادارہ جاتی کمزوری اور عوام کی نامناسب ترجیحات کے باعث علمی میدان سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ اربابِ حل و عقد، بااثر شخصیات اور دینی و سماجی ادارے اس جانب سنجیدگی سے توجہ دیں۔ اہلِ علم کو مناسب عزت، معقول تنخواہ اور ساز گار ماحول فراہم کیا جائے تاکہ وہ فکرِ معاش سے آزاد ہو کر اپنے ملک میں دین کی خدمت انجام

دے سکیں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ علمی میدان خالی ہو جائے اور اس کی جگہ سطحی خطابت اور غیر ذمہ دارانہ شاعری عوام کے ذہنوں پر غالب آجائے، جس کے اثرات نہایت خطرناک ہوں گے۔

مختصر یہ کہ یہ کتاب ایک علمی دستاویز ہونے کے ساتھ عہدِ حاضر کے ایک نہایت اہم فکری بحران کا سنجیدہ، متوازن اور قابلِ عمل حل بھی اپنے اندر سموئے ہوئی ہے۔ بالخصوص رویتِ ہلال کے موقع پر پیدا ہونے والے اختلافات کو علمی وقار، باہمی گفتگو اور سنجیدگی کے ساتھ حل کرنے کے لیے یہ ایک نہایت مؤثر اور قابلِ اعتماد رہنما دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ مصنفِ محترم اپنی اس گراں قدر کاوش پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی علمی و دینی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے، انہیں مزید اخلاص و استقامت سے نوازے اور آئندہ بھی ایسی نافع، معیاری اور امت کے لیے رہنمائی کا سامان بننے والی تصنیفات کی توفیق عطا فرمائے۔

طالب دعا

محمد کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی

بنوٹا، مہوتری، نیپال

نائب ایڈیٹر نیپال اردو ٹائمز

ثبوتِ ہلال کا بدلتا منظرنامہ

نحمده و نصلي على رسوله الكريم

ثبوتِ ہلال کا مسئلہ فقہِ اسلامی میں نہایت اہمیت کا حامل ہے، کیوں کہ اسی پر رمضان المبارک کے آغاز و اختتام اور عیدین جیسے عظیم شعائرِ اسلام کا دار و مدار ہے، اور شریعتِ مطہرہ نے اس کے لیے نہایت حکیمانہ اور متوازن اصول مقرر فرمائے ہیں۔

چنانچہ شہادت کے باب میں یہ فرق ملحوظ رکھا گیا کہ (1) اگر رمضان کے چاند کے وقت آسمان پر کوئی علت (جیسے بادل یا گرد و غبار) ہو تو ایک عادل، مسلمان، عاقل و بالغ شخص کی گواہی بھی کافی ہے، تاکہ روزہ جیسی عظیم عبادت فوت نہ ہو، جب کہ ہلالِ عید الفطر کے ثبوت میں زیادہ احتیاط کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کم از کم دو عادل گواہوں کی شہادت ضروری قرار دی گئی۔ (2) اور اگر آسمان بالکل صاف ہو تو محض دو پر بھی اکتفا نہیں بلکہ کثیر جماعت کی شہادت مطلوب ہوتی ہے تاکہ خبر درجۂ استفاضہ کو پہنچ جائے اور یقینِ شرعی حاصل ہو۔

اسی تناظر میں شریعت نے ثبوتِ ہلال کے لیے خبرِ استفاضہ کو بھی ایک معتبر ذریعہ قرار دیا، جس سے مراد وہ خبر ہے جو کثیر افراد سے مختلف جہات سے اس طرح منقول ہو کہ اس سے ظنِ غالب بلکہ اطمینانِ قلب حاصل ہو جائے، یہاں تک کہ فقہاء نے تصریح فرمائی ''الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر''۔

اسی کی وضاحت میں رد المحتار میں شمس الائمہ حلوانی کا قول منقول ہے:

''قال شمس الأئمة الحلواني: الصحيح من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض وتحقق فيما بين أهل البلدة الأخرى يلزمهم حكم هذه البلدة''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ خبرِ استفاضہ کا مدار محض کثرتِ روایت نہیں بلکہ ایسا اطمینان ہے جو متعدّد اور مختلف ذرائع سے حاصل ہو۔

عصرِ حاضر میں جبکہ دنیا جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے سمٹ کر ایک عالمی بستی بن چکی ہے، یہ سوال نہایت اہم ہو گیا ہے کہ کیا موبائل فون، موجودہ وقت کا ٹیلی فون جو زمانہ قدیم کے ٹیلی فون سے کئی گنا مختلف و بہتر ہے اور دیگر جدید وسائل کے ذریعہ حاصل ہونے والی کثیر و معتبر خبر کو ''خبرِ استفاضہ'' کے حکم میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں اہلِ سنت کے جلیل القدر علماء کے درمیان دو معروف موقف پائے جاتے ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ دونوں ہی طبقے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے متبعین ہیں، اور انہیں کے فقہی و تحقیقی منہج و موقف سے فیضیاب ہیں، البتہ موجودہ حالات اور اس جدید سائنسی ایجادات کے دور میں تطبیق و ترجیح میں اختلاف کی بنا پر دو الگ رجحانات سامنے آئے ہیں۔

ایک طبقہ نے بذریعہ موبائل فون متعدّد مقامات سے متعدّد افراد کے ذریعہ دی گئی خبروں کو خبر استفاضہ کا درجہ نہیں دیا ہے، ان کے نزدیک خبر استفاضہ کی تعریف میں علامہ رحمتی نے جو قید لگائی ہے وہ سب سے اہم اور خبر استفاضہ کے لئے تمام قیودات کے ساتھ متعدّد جماعت کی آنے کی قید ایسی شرط ہے جس کے بغیر اس کا تحقق ممکن نہیں۔

جب کہ دوسرے طبقہ نے اس کے بغیر بھی موجودہ وقت میں خبر استفاضہ کے تحقق کے لئے اس قید کو ضروری تسلیم نہیں کیا ہے اور اس کے بغیر بھی بشمول باقی شرائط کو قبول کرتے ہوئے خبر استفاضہ کی تعریف میں توسیع پیدا کی ہے۔ اور نکتہ ارتکاز یہی قید ہے۔

خبر استفاضہ اور مدنی میاں کی تحقیق انیق

دونوں طبقہ کے موقف و دلائل کا ذکر کرنے سے قبل مافوق الطبقتین ہندوستان کی ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت کا تحقیقی موقف خبر استفاضہ کے حوالے سے پیش ہے۔ اور وہ عظیم شخصیت شہزادۂ محدث اعظم ہند، شیخ الاسلام، مفسر قرآن حضرت علامہ مفتی سید مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ کی ہے۔

جولائی 1985 میں شرعی بورڈ دہلی کے فقہی سیمینار کے لئے کچھ سوالات قائد اہل سنت، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے چند سوالات پر مشتمل ایک سوالنامہ بھیجا تھا جس میں رؤیت ہلال کے ثبوت کے لئے جدید طریقوں کے بارے میں بھی سوال تھا جس کا جواب آپ نے بڑی تفصیل اور دقت نظری کے ساتھ دیا۔ مقالہ تفصیلی ہے، اس میں کئی ایک نکات اور تجاویز ہیں جن میں سے بعض سے اس وقت اتفاق نہیں کیا جاسکتا، ان میں سے صرف خبر استفاضہ کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے بس وہ حصہ قارئین کی ضیافت طبع فقہی کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"خبر مستفیض کی جو تفصیل علامہ رحمتی علیہ الرحمہ سے منقول ہے اس کی حیثیت صرف ایک فقیہ کی رائے کی ہے وہ اصل مذہب نہیں اور وہ رائے خود ان کے عہد کے مطابق تھی لہٰذا وہ عہد حاضر کے مناسب خبر مستفیض کی تفصیل و تشریح سے متعارض و متصادم نہیں۔

ذخیرہ میں لو استفاض الخبر، پر **و تحقق** کا اضافہ فرمایا ہے، **لہذا قاضی پر لازم ہے کہ اشتباہ کی صورت میں وہ ہر ٹیلی فون کرنے والے کے ٹیلی فون نمبر کو معلوم کرلے اور پھر ان نمبروں پر خود ڈائل کرکے ان سے بات کرے۔**

یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شہر میں رویت ہلال کی خبر ملنے پر کسی جانے پہچانے معتبر شخص سے بارہ معتبر افراد (مثلاً) کے ٹیلیفون نمبر معلوم کرکے ہر ایک سے بذات خود ڈائل کرکے تحقیق کرلے۔

جامع الرموز کی اس عبارت:"وفی الزاد : الصحیح أن یکون من أطراف شتی حتی لا یتوھم تواطوھم علی الکذب'' سے ظاہر ہوتا ہے کہ ثبوت ہلال کے لیے صرف غلبۂ ظن کافی ہے، جو مذکورہ بالا ذکر کردہ جملہ صورتوں میں قطعی طور پر حاصل ہے۔

بعض علمائے کرام کی تحریر کی روشنی میں جامع الرموز کتبِ معتبرہ سے نہیں ہے اور وہ رطب ویابس سے خالی نہیں، باوجود اس کے کسی خاص تحریر کو غیر صحیح ثابت کرنے کے لیے نص معتبر کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

"فمن ادعی علی بطلان ما فھم من ھذہ العبارۃ المذکورۃ في جامع الرموز فعلیه البیان''

ویسے غور کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت رؤیت کے لیے دو شاہدان عدل کی گواہی مفید غلبہ ظن ہی ہے، اس لیے کہ اگر اسے مفید یقین قرار دیا جائے تو پھر حد زنا جاری کرنے کے لیے چار شاہدوں کی شہادت کو ضروری قرار نہ دیا جاتا اس لیے کہ جب دو شاہدوں کی شہادت سے وہی یقین حاصل ہو جائے جو چار شاہدوں کی شہادت سے حاصل ہوتا ہے تو پھر چار کی قید غیر ضروری ہو جاتی ہے، اور ایسی صورت میں دو شاہدوں کی شہادت ہی سے حد کا جاری کردینا معقول ہو جاتا ہے۔''

(https://shaikhulislam.wafasite.com)

مذکورہ بالا عبارت میں جلیل القدر فقیہ و محقق **شیخ الاسلام مدنی میاں** دامت برکاتہم العالیہ نے تحریر فرمایا کہ خبرِ مستفیض کی وہ تفصیل و تعریف جو **علامہ رحمتی** سے منقول ہے محض ایک فقیہ کی رائے ہے اور اسے "اصلِ مذہب" کا درجہ حاصل نہیں، یہ ان کے عہد کے اعتبار سے تھی۔

اس پر تطفلاً عرض ہے کہ اصولی اعتبار سے یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ فقہاء کی بعض

تعبیرات ان کے اجتہادی فہم اور اپنے زمانے کے حالات کے مطابق ہوتی ہیں اور ہر جزئی تفصیل کو بلا تمیز اصلِ مذہب نہیں کہا جاسکتا، تاہم اس کے ساتھ یہ پہلو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ جب کسی فقیہ کی تعبیر کتبِ معتمدہ میں منقول ہو اور اہلِ علم اس کو نقل کرتے چلے آئیں تو وہ محض ایک شخصی رائے نہیں رہتی بلکہ مذہب کے فہم کا حصہ بن جاتی ہے، بالخصوص جب اس کے پیچھے تحقیق، تعددِ طرق اور اطمینان جیسے اصولی عناصر کارفرما ہوں۔

علامہ شامی نے خود فتاویٰ شامی میں یہ تعریف لکھی ہے اور اس پر نکارت نہیں کی ہے۔ مزید برآں، کسی قید کو محض زمانی قرار دینا بھی بذاتِ خود ایک دعویٰ ہے جو دلیل کا محتاج ہے۔اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی اس پر دلیل طلب کی ہے اور بڑے محققانہ انداز میں طلب دلیل کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے۔آپ تحریر فرماتے ہیں:

"جن حضرات نے استفاضہ کی دوسری قسم کی نشاندہی کی جس کی رو سے قاضی کے حضور حاضر ہونے کی اتفاقی شرط اُٹھ گئی، ان پر لازم ہے کہ قرآن وسنت سے یا کم از کم فقہ کی کتبِ معتمدہ سے اس صورتِ جدیدہ کا استثناء مبرہن کریں، دلیل لائیں تاکہ اس میں نظر کی جائے، اور اگر اس پر کوئی دلیل نہیں رکھتے تو بتائیں کہ آپ حضرات نے از روئے تقلید التزامِ مذہبِ معین کا عہد کیا یا نہیں؟ تقلیدِ مذہبِ معین سے یہ عہد ضرور لگا بندھا ہے، اس کی رو سے کیا آپ پر لازم نہیں کہ قولِ راجح ہی پر عمل کریں اور اس کو مذہب جانیں؟ ضرور لازم ہے۔"

(جدید ذرائع ابلاغ سے رؤیتِ ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت، ص:37)

یہ ہماری جماعت اہل سنت کے جلیل القدر، دقیق النظر علما و مشائخ ہیں جن کا موقف موبائل فون سے خبر استفاضہ کے حوالے سے واضح ہے، مجھ جیسا انسان کیا لب کشائی کر سکتا ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ مذکورہ اجمالی بیان کے بعد اس مسئلہ کو زیادہ کریدنے یا تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں محسوس ہونی چاہئے، مگر نتیجہ بھی تو کچھ نہیں نکل کر آتا ہے۔

چونکہ ہمارے نیپال میں بریلی شریف اور اشرفیہ دونوں کے وابستگان موجود ہیں اور اسی

وجہ سے یہاں بھی دو طرح کے موقف و نظریے ہیں اس لئے دونوں طبقہ کے موقف و نظریات کو مابین الاجمال والتفصیل ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ قارئین کی نظر ان پر بھی رہیں اور پھر علما و مشائخ نیپال سے عرض کروں گا کہ ان دونوں موقف کو گہرائی سے مطالعہ کریں اور کافی غور و فکر کے بعد ایسے نتیجہ پر پہنچیں کہ نیپال کی عوام اہل سنت کی صحیح رہنمائی ہو اور انتشار و خلفشار کا بازار گرم نہ ہو اور جو بات علمی دائرے میں رہ کر حل کی جا سکتی ہے اسے عوام الناس اور سوشیل میڈیائی شور و شرابہ کے دباؤ میں آکر عجلت سے بچیں۔

پہلا طبقہ

یہ وہ طبقہ ہے جس کی نمائندگی وارث علوم اعلیٰ حضرت، تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان نے کی ہے، اور اس وقت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ دامت برکاتہم العالیہ فرما رہے ہیں۔ ان سے پہلے بحر العلوم مفتی عبد لمنان اعظمی علیہ الرحمہ اور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ جیسے اکابر علما و فقہا و جلیل القدر محققین نے بھی اسی طبقہ کی علمی و فکری قیادت فرمائی ہے۔

اس طبقہ علما و فقہا کے نزدیک **خبرِ استفاضہ کے تحقق کے لیے محض کثرتِ خبر کافی نہیں، بلکہ مخبرین کا بنفسہٖ آنا، ان کی عدالت و دیانت کا واضح ہونا اور خبر کا ایسے طریقہ سے منتقل و موصول ہونا ضروری ہے جس میں کسی قسم کا شبہ، التباس یا واسطہ در واسطہ نقل شامل نہ ہو۔**

اسی بنا پر آپ کے اس موقف کو اختیار کرنے والے اہل علم حضرات موبائل، ٹیلی فون اور دیگر جدید ذرائع سے موصول ہونے والی خبر کو خبرِ استفاضہ کے درجہ میں داخل نہیں کرتے۔ ان کے دلائل کی بنیاد بالخصوص فتاویٰ رضویہ میں مذکور ان اصولی نکات پر ہے جن میں ''تار'' اور اس جیسے ذرائع کو ناقابلِ اعتماد قرار دیا گیا، ان اصولوں کا خلاصہ یہ ہے: (۱) خبر کا نقل در نقل ہونا، (۲) مخبرین کی تحقیق و تمیز کا فقدان، (۳) حقیقی تواتر یا استفاضہ کا عدم تحقق،

اور (۴) وسائط کا مجہول یا غیر معتبر ہونا۔ اسی بنا پر یہ حضرات نہایت استحکام کے ساتھ اسی تعریفِ خبرِ استفاضہ پر متمسک ہیں جس کی توضیح و تشریح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ نے کتبِ فقہ، خصوصًا در مختار و رد المحتار وغیرہ کی روشنی میں فرمائی ہے۔(جس کا ذکر عنقریب آئے گا۔)

تاہم اس مقام پر ایک قابلِ غور پہلو یہ بھی ہے کہ موجودہ دور کے جدید اور نہایت ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ خصوصًا موبائل فون اور ڈیجیٹل مواصلات کو بعینہٖ قدیم "تار" اور ابتدائی ٹیلی فون پر قیاس کرنا، نیز متعدّد جماعتوں کی عدمِ حضوری کو بنیاد بنا کر خبرِ استفاضہ کے تحقق کو یکسر خارج قرار دینا، ایک ایسا پہلو ہے جس پر مزید غور و فکر اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق تحقیق کی گنجائش موجود ہے۔

مزید برآں ایک اہم نکتہ یہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اس طبقہ کے اس محتاط اور اصولی موقف پر نازیبا تبصرہ کرنا یا محض جدید ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کا حوالہ دے کر اس پر طعن و تشنیع کرنا کسی طور درست نہیں۔ اس لیے کہ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ موبائل فون یا دیگر ذرائع سے موصول ہونے والی ہر خبر سو فیصد یقینی اور ہر قسم کے شک و شبہ سے پاک نہیں ہوتی جس کا اعتراف مجوزین کے فتاویٰ و تحریروں میں بھی ہے۔ خصوصًا ایسے دور میں جب کہ جدید ٹیکنالوجی، بالخصوص مصنوعی ذہانت (اے آئی)، نہایت تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے اور اس کے مثبت پہلوؤں کے ساتھ ساتھ ایسے پہلو بھی سامنے آ رہے ہیں جن میں غلط معلومات، جعل سازی اور فریب کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔

لہٰذا احتیاط پر مبنی اس موقف کو محض قدامت پسندی سمجھنا درست نہیں، بلکہ اسے ایک سنجیدہ فقہی احتیاط کے طور پر دیکھنا زیادہ مناسب اور منصفانہ طرزِ عمل ہوگا۔

اور صحیح بات یہ ہے کہ تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے موقف اور مدلل کلام کا، اسی طرح حضور محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ کی بھی تحریر جو اس موضوع پر اختصار کے ساتھ ہے

بنظر دقت مطالعہ کیا جائے اور جدید ٹیکنالوجی کا جو نعرہ لگایا جاتا ہے اسے کچھ دیر کے لئے ایک طرف رہنے دیا جائے تو پھر انصاف پسند ان دو عظیم شخصیات کے موقف کو بھی اختیار کرنے یا سراہے بغیر نہیں رہ سکتے۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں، مجمع البحرین علامہ مفتی عبید الرحمن رشیدی دامت برکاتہم العالیہ اور محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین مصباحی رضوی وغیرہم کا موقف اور ان کی علمی وفقہی تحقیق درست نہیں۔

طبقہ اولیٰ کا جو موقف ہے اس پر اس طبقہ کے معتبر و معتمد علما و فقہا کی کتابیں اور مضامین جرائد ورسائل اور سوشیل میڈیا پر شائع ہو چکے ہیں، جن میں مہذب و مدلل انداز میں گفتگو کی گئی ہے، جب کہ بعض جذباتی قلمکاروں نے ناروا رویہ بھی اختیار کیا ہے اور یہ بات دوسرے طبقہ کے بعض سوشیل میڈیائی ترجمان کے مضامین و مقالات میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس موقف کو اختیار کرنے والے قدیم و جدید علما وفقہا کے جو فتاویٰ اور مضامین نظر سے گزرے ہیں ان سب کا مجموعی خلاصہ یہاں پیش ہے، پھر محدث کبیر کے اس مضمون کا حصہ جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی کتاب میں بطور تقریظ و تنقیح ہے وہ بھی پیش کیا جائے گا اور حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی کتاب سے بھی چند اقتباسات۔

”موبائل اور ٹیلیفون جیسے جدید ذرائع سے چاند کی شہادت شرعًا معتبر نہیں اور جب اصل شہادت ہی معتبر نہ ہو تو اسی کے ذریعہ حاصل ہونے والی کثیر خبریں بھی ”خبرِ استفاضہ“ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتیں۔ امام احمد رضا خان نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف فتاوی رضویہ میں بیان فرمایا کہ ٹیلیفون اور تار کی خبر چاند کے ثبوت کے لیے غیر معتبر ہے، کیوں کہ اس میں گواہ روبرو موجود نہیں ہوتا اور محض آواز پر شرعی احکام کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ نیز خبرِ استفاضہ صرف مشہور ہو جانے کا نام نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ متعدّد جماعتیں بنفسِ نفیس آکر یک زبان گواہی دیں، جیسا کہ رد المحتار میں اس کی صراحت موجود ہے۔ لہٰذا موبائل کے

ذریعے مختلف شہروں سے آنے والی خبریں، خواہ کتنی ہی کثیر کیوں نہ ہوں، اس تعریف پر پوری نہیں اترتیں کیوں کہ نہ تو جماعتوں کا آنا پایا جاتا ہے اور نہ ہی وہ تحقیق جس سے یقینِ شرعی حاصل ہو۔ تو جو چیز بذاتِ خود شہادت کے درجہ میں معتبر نہیں، اسے خبرِ مستفیض کا درجہ کیسے دیا جاسکتا ہے۔ مزید یہ کہ شریعت میں قاضی کے دائرۂ اختیار کی بھی ایک حد مقرر ہے اور موبائل کے ذریعے آنے والی خبریں اس حد کو عبور کر کے ہر جگہ قابلِ عمل بنادی جاتی ہیں، جو کہ فقہی اصول کے خلاف ہے۔ اسی طرح صرف خبر کا مشہور ہو جانا یا کثرت سے سن لیا جانا کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ تحقیق اور ایسا یقین ضروری ہے جو جھوٹ کے احتمال کو ختم کر دے، جبکہ موبائل کی خبریں اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

اس موقف کی تائید میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مایہ ناز تصنیف فتاویٰ رضویہ کے فتاوی کے ساتھ ماضی قریب و اقریب کی عظیم دینی شخصیات بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی، شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی اور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان علیہم الرحمہ اور حضور محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ جیسے اکابرین کے فتاویٰ مطالعہ کئے جاسکتے ہیں۔ یہ وہ شخصیات ہیں جن کے نزدیک بھی ٹیلیفون اور موبائل نہ تو شہادتِ شرعیہ کے قائم مقام ہیں اور نہ ہی خبرِ استفاضہ کے۔

ان کے مقابلے میں جو حضرات موبائل کے ذریعے استفاضہ کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ آج کے دور میں کثرتِ ذرائع سے یقین حاصل ہو جاتا ہے، مگر اس کا جواب یہ دیا گیا کہ شریعت میں صرف یقین کافی نہیں بلکہ اس کا حاصل ہونا بھی ایک متعیّن اور معتبر طریقہ سے ضروری ہے اور وہ طریقہ وہی ہے جو فقہاء نے بیان کیا ہے، نہ کہ ہر وہ ذریعہ جو بظاہر اطمینان پیدا کرے۔

اسی طرح آواز اور تصویر کی شناخت کو بھی کافی قرار دیا جاتا ہے، مگر فقہی اصول "النغمۃ تشبہ النغمۃ" کے تحت وہ بھی ناکافی ہے۔

شمس الفقہا مفتی شمشاد احمد مصباحی استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ (گھوسی) نے حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی کتاب کے مقدمہ حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ تفصیلی کلام و بحث انیق و دقیق کی تلخیص کی ہے اس کے چند حصے اس طرح ہیں:

''بحث کا نقطہ آغاز یہ ہے کہ خبر مستفیض اعلی درجہ کی خبر صحیح ہے۔ اور خبر کی صحت کا مدار محض سماع پر نہیں بلکہ من جملہ شرائط معتبرہ اتصال بھی ضروری ہے اور اتصال بے ملاقات متصور نہیں۔ اسی لیے امام بخاری نے بالفعل ملاقات کو صحت حدیث کے لیے شرط قرار دیا جب کہ امام مسلم نے امکان ملاقات کی شرط رکھی اور جہاں راوی اور مروی عنہ میں سیکڑوں واسطے ہوں وہاں خبر متّصل نہیں منقطع ہے، ایسی متعدّد خبریں باہم مل کر بھی بمنزلہ استفاضہ نہیں ہوسکتیں۔ اس لیے متعدّد ٹیلیفون اور موبائل سے حاصل ہونے والی خبر شرعاً خبر مستفیض نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ مصطفی رحمتی علیہ الرحمہ نے استفاضہ کی تعریف بایں الفاظ کی ''معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدةجماعات متعددون الخ.
اس تعریف سے ظاہر ہے کہ متعدّد جماعتوں کا آنا استفاضہ کے تحقق کی بنیادی شرط ہے نہ یہ کہ تحقق استفاضہ کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت کا بیان ہے۔ اس لیے مجوزین کی یہ بات قابل اعتنا نہیں کہ علامہ رحمتی نے استفاضہ کی جو تعریف کی وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے کی۔ حضور تاج الشریعہ نے بحر الرائق، تاتارخانیہ وغیرہ کے حوالے سے یہ بھی ثابت فرمایا کہ خبر مستفیض، خبر متواتر کا مترادف ہے اس لئے اس کی کوئی تعداد متعیّن کرنا صحیح نہیں کہ یہاں کثرت بے حسر مطلوب جو ٹیلیفونی استفاضہ میں مفقود لہذا چار، چھ، نو، کو متعدّد جماعتوں پر مشتمل قرار دینا نہ صرف اصول فقہ و حدیث کے خلاف ہے عرف کے بھی خلاف ہے۔ عرف عام میں جماعت ایک گروہ کو کہتے ہیں جو کثیر افراد پر مشتمل ہو اور تعریف استفاضہ میں جماعات متعدّدون فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ استفاضہ شرعیہ کے لیے ایسی متعدّد جماعتیں درکار ہیں جس میں ہر جماعت کثیر افراد پر مشتمل ہو یہی مفہوم فقہائے متقدمین و متاخرین نے بیان

فرمایا، یہی علامہ رحمتی کی عبارت کا مفاد ہے اور یہی اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے۔ اور جب خبر مستفیض خبر متواتر کا مترادف ہے اور خبر متواتر اعلیٰ درجہ کی خبر صحیح ہے تو اس میں راوی کا مرتبہ تحمل اور مرتبہ ادائے خبر میں حاضر ہونا ضروری ہے، اس پر تمام محدثین کا اتفاق چلا آرہا ہے۔ اور ٹیلیفونی استفاضہ میں خبر دینے والے مجلس قاضی میں حاضر نہیں ہوتے اس لیے متعدّد ٹیلیفون اور موبائل سے حاصل ہونے والی خبر شرعاً خبر مستفیض نہیں، اس کو خبر مستفیض ماننا اصول فقہ وحدیث میں ایک امر متفق علیہ کی خلاف ورزی ہے۔"

(جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کا ثبوت ص5-7 ملتقطا)

اس پوری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ خبرِ مستفیض چونکہ خبرِ متواتر کے قائم مقام اور اعلیٰ درجہ کی صحیح خبر ہے، اس لیے اس کے تحقق کے لیے محض کثرتِ سماع کافی نہیں بلکہ اتصالِ خبر اور مخبرین کی باہمی ملاقات بھی ضروری ہے، جیسا کہ محدثین نے روایتِ حدیث میں اتصال اور لقاء کو شرط قرار دیا ہے، لہٰذا جہاں بے شمار واسطے ہوں اور براہِ راست ملاقات نہ ہو وہاں خبر منقطع شمار ہوگی اور ایسی متعدّد خبریں مل کر بھی استفاضہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتیں؛ اسی بنیاد پر متعدّد ٹیلیفون یا موبائل کے ذریعے حاصل ہونے والی خبریں شرعاً خبرِ مستفیض نہیں بن سکتیں، کیوں کہ ان میں مخبرین کی مجلسِ قاضی میں حاضری اور براہِ راست شہادت مفقود ہوتی ہے۔ نیز شیخ مصطفی رحمتی کی تعریف سے یہ ثابت کیا گیا کہ متعدّد جماعتوں کا بنفسِ نفیس آنا استفاضہ کی بنیادی اور لازمی شرط ہے، نہ کہ محض ایک ممکنہ صورت، اور "جماعات متعدّدون" سے مراد ایسی کثیر جماعتیں ہیں جن میں ہر جماعت بڑی تعداد پر مشتمل ہو، اس لیے چند افراد یا محدود فون کالز کو استفاضہ قرار دینا اصولِ فقہ وحدیث اور عرف دونوں کے خلاف ہے؛ چنانچہ اس موقف کے مطابق ٹیلیفون یا موبائل کے ذریعے حاصل ہونے والی خبر کو خبرِ مستفیض ماننا نہ صرف غیر معتبر ہے بلکہ ایک متفق علیہ اصول کی خلاف ورزی بھی ہے۔

لیکن فقیر سراپا تقصیر یہاں بھی تطفلاً عرض پرداز ہے کہ یہاں **اصولِ حدیث اور اصولِ**

فقہ کے دائرے **کو خلط کر دیا گیا ہے**۔ محدثین کے ہاں اتصال اور ملاقات کی جو شرط ہے وہ دراصل **روایتِ حدیث (تحمل واداء)** کے باب میں ہے، جب کہ رؤیتِ ہلال کا مسئلہ شہادت اور اخبار کے باب سے تعلق رکھتا ہے، نہ کہ روایتِ حدیث سے۔ فقہاء نے خبرِ استفاضہ کو اگرچہ خبرِ متواتر کے قریب قرار دیا ہے، مگر اس کا اطلاق ہمیشہ اسی درجے کی سختی کے ساتھ نہیں کیا جیسا کہ احادیث کی سند میں کیا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اس طبقۂ علما کا موقف نہایت درجہ احتیاط، تدبر اور فقہی بصیرت پر مبنی ہے۔ یہ حضرات ثبوتِ ہلال جیسے نہایت اہم اور حساس معاملہ میں کسی قسم کی غیر محتاط توسع یا سہولت پسندی کے بجائے انہیں قدیم، مجرب اور متیقن طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں جنہیں اکابر فقہا نے معتبر قرار دیا ہے اور جن پر اعتماد کی مضبوط بنیادیں قائم ہیں۔ درحقیقت یہی وہ منہج ہے جس کی تائید اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ نے بھی فرمائی اور جسے انہوں نے کتبِ فقہ کی روشنی میں نہایت وضاحت اور استحکام کے ساتھ پیش کیا، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ مزید برآں، اس موقف کی بنیاد صرف ظاہری احتیاط نہیں بلکہ ایک گہری اصولی فکر کارفرما ہے، جس کا مقصد شریعت کے ایسے معاملات میں جن پر عبادات کا دار و مدار ہو کسی بھی قسم کے شک و شبہ کو حتی الامکان ختم کرنا ہے۔ چنانچہ ثبوتِ ہلال، جو کہ روزہ و عید جیسے اہم عبادات سے براہِ راست متعلق ہے، اس میں یہ حضرات ایسے طریقہ کار کو اختیار کرتے ہیں جس میں یقین، اطمینان اور شرعی اعتماد اپنی اعلیٰ ترین سطح پر قائم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جدید ذرائع کے استعمال میں بھی اس وقت تک توقف اور احتیاط کو ترجیح دیتے ہیں جب تک ان کے ذریعے وہی درجۂ وثوق اور قطعیت حاصل نہ ہو جائے جو قدیم ذرائع میں متحقق تھا۔

اس طرح دیکھا جائے تو ان کا یہ موقف محض جمود یا قدامت پسندی پر مبنی نہیں، بلکہ ایک ذمہ دارانہ فقہی طرزِ فکر کی نمائندگی کرتا ہے، جس میں دین کے بنیادی اصولوں کی حفاظت

اور عبادات کی صحت کو اولین ترجیح دی گئی ہے۔

لیکن یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ زمان و مکان اور حالات کی تبدیلی کے پیشِ نظر جو اہلِ علم اپنی تحقیق کی روشنی میں خبرِ استفاضہ کے مفہوم میں توسیع اختیار کرتے ہیں، ان کے اس تحقیقی موقف پر تنقید و تشنیع کرنا یا انہیں مسلکِ اعلیٰ حضرت سے انحراف کا طعنہ دینا کسی طور مناسب نہیں۔ اس لیے کہ فقہی مسائل میں اختلاف اہلِ علم کے درمیان ہمیشہ سے رہا ہے اور ہر بلند پایہ محقق (چند کتابوں، یا سوشیل میڈیا اور گوگل کی لائبریری سے مضامین پڑھ لینے والے نہیں) اپنے دلائل کی روشنی میں ہی کوئی رائے اختیار کرتا ہے، لہٰذا ایسے اختلاف کو وسعتِ نظر اور حسنِ ظن کے ساتھ دیکھنا ہی اہلِ علم کا شیوہ ہونا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت کے نزدیک خبرِ استفاضہ اور اس کی شرعی حیثیت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے خبرِ استفاضہ کی تعریف اور اس کی شرعی تحقیق کے بارے میں نہایت واضح اور محتاط اصول بیان فرمائے ہیں، جو شریعت کے مزاجِ احتیاط اور یقین پر مبنی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

استفاضہ جو شرعًا معتبر، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ در گروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں کہ وہاں فلاں شب چاند دیکھ کر لوگوں نے روزہ رکھا ی، یہاں تک کہ ان کی خبر پر یقین شرعی حاصل ہو۔

(فتاوی رضویہ جلد 4 ص 562، سنی دارالاشاعت بحوالہ موبائل سے استفاضہ خبر - کب اور کیسے ص 37)

اس تعریف میں بطور خاص جو چیز قابلِ غور اور محلِ التفات ہے وہ "گروہ در گروہ متعدّد جماعتوں کا دوسرے شہر سے آنا" ہے۔

اس قید سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ خبرِ استفاضہ کے تحقق کے لیے محض کسی ایک ذریعہ سے خبر کا پہنچ جانا کافی نہیں، بلکہ متعدّد جماعتوں کا بنفسِ نفیس حاضر ہو کر متفقہ خبر دینا ضروری ہے۔ اسی بنا پر جب تک کسی شہر میں مختلف جماعتیں آکر خود چاند دیکھنے کی خبر نہ دیں، اس وقت تک خبرِ استفاضہ کا تحقق نہیں ہوتا۔

لہٰذا اس اصول کے مطابق، صرف فون، موبائل یا کسی ایک ذریعے سے موصول ہونے والی اطلاع کو خبرِ استفاضہ کے درجے میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک متعدّد جماعتوں کی باقاعدہ حاضری اور ان کا متفقہ بیان حاصل نہ ہو، نہ دوسرے شہر کے باشندوں پر روزہ توڑنا لازم ہوگا اور نہ ہی عید منانا شرعاً واجب قرار پائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اس قید کو نظر انداز کرنے والے مجوزین کے موقف میں وہ شرط شامل نہیں پائی جاتی، جس کی بنیاد پر یہ طبقہ اس قسم کی خبر کو شرعاً خبرِ استفاضہ تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل کو جائز قرار دیتا ہے۔

مزید برآں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے ایک اہم ضابطہ بھی بیان فرمایا ہے، جس سے استفاضہ کے تحقق کا ایک دوسرا پہلو واضح ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"ہاں اگر رویت شہر دیگر کی خبر اس حد شہرت و استفاضہ کو پہنچے جو باعث ثبوت رویت یقینی و محقق ہو جائے تو صحیح یہ ہے کہ اعتبار کریں۔"

(تلخیص فتاویٰ رضویہ جلد سوم، ص160 اور فتاوی رضویہ جلد کامل 8 ص298)

اس ارشاد سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر خبر اس درجے تک پہنچ جائے کہ اس سے شرعی طور پر یقین اور اطمینان حاصل ہو جائے، تو اس پر اعتبار کیا جائے گا۔ لیکن اس یقین و اطمینان کے حصول کے لیے بھی وہی مضبوط اور متیقن ذرائع اور شرائط درکار ہیں جن کی وضاحت آپ نے فرمائی ہے، نہ کہ محض کسی ایک ذریعہ یا غیر مصدقہ اطلاع پر اعتماد۔

لیکن یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ خبرِ استفاضہ کی تعریف میں دوسرے طبقۂ اہلِ علم

نے جو توسع اختیار کیا ہے، اس کی بنیاد بھی دراصل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاویٰ کی عبارات کا مطالعہ اور ان کے تحقیقی وفقہی تجزیہ پر ہی قائم ہے، جہاں انہوں نے اپنے فہم کے مطابق فتاویٰ رضویہ کی متعدّد تحقیقی عبارات سے استنباط کرتے ہوئے عصری تقاضوں کی روشنی میں استفاضہ کے مفہوم کو وسعت دینے کی کوشش کی ہے۔

اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ فتاویٰ رضویہ علم وتحقیق کا ایسا بحرِ بے کنار ہے جسے جتنا زیادہ گہرائی سے مطالعہ کیا جائے، فکر میں جتنی پاکیزگی ہو اور نیت میں جتنا اخلاص پایا جائے، اسی قدر اس سے علمی گوہر ہائے آبدار حاصل ہوتے ہیں اور اہلِ علم اسی گہرائی و وسعت کے باعث ایک ہی عبارت سے مختلف علمی نتائج اخذ کر لیتے ہیں؛ لہٰذا ان دونوں آراء کو اسی علمی و تحقیقی تناظر میں سمجھنا چاہیے تاکہ اختلاف کے باوجود باہمی احترام، وسعتِ نظر اور علمی توازن برقرار رہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ایک اور مقام پر اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"جس اسلامی شہر میں حاکم شرع، قاضی اسلام ہو کہ احکام ہلال اسی کے یہاں سے صادر ہوتے ہیں اور خود عالم اور ان احکام میں علم پر عامل و قائم، یا کسی عالم دین محقق معتمد پر اعتماد کا ملتزم و ملازم ہے، یا جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام و متبع الاحکام ہو کہ احکام روزہ و عیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں۔ عوام کالانعام بطور خود عید و رمضان نہیں ٹھہرا لیتے، وہاں سے متعدّد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی۔ (استفاضہ ہے) مجرد بازاری افواہ کہ خبر اڑ گئی اور قائل کا پتہ نہیں پوچھے تو یہی جواب ملتا ہے کہ سنا ہے یا لوگ کہتے ہیں یا بہت پتہ چلا تو کسی مجہول کا انتہا درجہ سند دو ایک شخصوں کے محض حکایت کہ انہوں نے بیان کیا اور شدہ شدہ شائع ہو گئی ایسی خبر ہرگز استفاضہ نہیں۔ بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدّد جماعتیں درکار ہیں، جو بالاتفاق وہ خبر دیں یہ خبر اگرچہ نہ خود اپنی رویت کی شہادت ہے نہ کسی شہادت نہ بالتصریح

قضائے قاضی پر شہادت نہ کتاب قاضی بالشہادت۔ مگر اس مستفیض خبر سے بالیقیں یا بہ غلبہ ظن ملتحق بالیقین وہاں رویت و صوم و عید کا ہونا ثابت ہو گا۔ اور جب کہ وہ شہر اسلامی اور احکام و حکام کی وہاں پابندی دوامی ہے تو ضرور مظنون ہو گا کہ امر بحکم واقع ہوا تو اس طریق سے قضائے قاضی کہ حجت شرعیہ ہے ثابت ہو جائے گی۔ اور یہیں سے واضح ہوا کہ تاریک شہر جہاں نہ کوئی قاضی شرع، نہ مفتی اسلام، یا مفتی ہے مگر نا اہل جسے خود احکام شرع کی تمیز نہیں جیسے آج کل کے بہت مدعیان خامکار خصوصا غیر مقلدین و غیرہم فجار یا بعض سلیم الطبع سنی ناقص العلم ناتجربہ کار، یا مفتی محقق معتمد عالم مستند ہے مگر عوام خود سر اس کے منتظر احکام نہیں پیش خویش اپنے قیاسات فاسدہ پر جب چاہیں عید و رمضان قرار دے لیتے ہیں، ایسے شہروں کی شہرت بلکہ تواتر بھی اصلا قابل قبول نہیں کہ اس سے کسی حجت شرعیہ کا ثبوت نہ ہوا۔"

(فتاوی رضویہ جلد چہارم ص 552 بحوالہ فتاویٰ برکات، مولفہ: مفتی اعظم نیپال مفتی جیش محمد صدیقی برکاتی علیہ الرحمہ)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا سطور میں جو کچھ ارشاد فرمایا اس میں ثبوتِ ہلال کے باب میں ایک جامع، منضبط اور اصولی ضابطہ کا بیان ہے، جس میں انہوں نے "استفاضہ" کے شرعی معیار کو نہایت وضاحت کے ساتھ متعیّن فرمایا ہے۔ آپ کے نزدیک کسی خبر کے معتبر ہونے کے لیے محض اس کا عام ہونا یا بازاری سطح پر پھیل جانا کافی نہیں، بلکہ اس کے لیے ایک منظم اور مستند نظامِ شہادت کا ہونا ضروری ہے۔ اسی لیے آپ نے پہلے یہ وضاحت فرمائی کہ جس شہر میں قاضیِ شرع یا مفتیِ اسلام موجود ہو اور وہاں احکامِ ہلال کا نفاذ باقاعدہ طور پر انہیں کے فیصلے کے تحت ہوتا ہو، یا کم از کم کوئی معتبر مفتی عوام کے لیے مرجع ہو، **<u>وہاں سے اگر متعدّد جماعتیں بنفسِ نفیس آکر</u>** یہ متفقہ خبر دیں کہ فلاں جگہ چاند دیکھ کر روزہ رکھا گیا یا عید کی گئی، تب ہی وہ خبر "استفاضہ" کے درجہ تک پہنچتی ہے اور اس سے

یقین یا کم از کم غلبۂ ظن حاصل ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ محض افواہ، سنی سنائی بات، یا ایسی خبر جس کا راوی مجہول ہو، یا جو نقل در نقل کے ذریعے پھیلی ہو، ہرگز استفاضہ کے دائرے میں نہیں آتی۔ اس طرح کی خبر نہ تو کسی قاضی کے فیصلے پر مبنی ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے شرعی حجت ثابت ہوتی ہے، اس لیے اس پر اعتماد کرنا جائز نہیں۔

آپ کے اس اصول سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ استفاضہ کے لیے خبر کا صرف کثیر ہونا کافی نہیں، بلکہ اس کا مصدر واضح، راوی معتبر، اور طریقۂ نقل مضبوط اور قابلِ اعتماد ہونا ضروری ہے۔ نیز اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے اس پہلو پر بھی تنبیہ فرمائی کہ اگر کسی شہر میں نہ قاضیِ شرع ہو، نہ معتبر مفتی، یا مفتی تو ہو مگر غیر اہل یا عوام اس کے احکام کی پابندی نہ کرتے ہوں بلکہ اپنی مرضی سے عید و رمضان کا فیصلہ کرتے ہوں، تو ایسی صورت میں وہاں کی شہرت یا تواتر بھی کسی طور قابلِ قبول نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح کی شہرت سے کسی شرعی حجت کا تحقق نہیں ہوتا، نہ ہی اس سے وہ اطمینان حاصل ہوتا ہے جو شرعاً مطلوب ہے۔

خبر استفاضہ اور بحر العلوم

بحر العلوم حضرت مفتی عبد المنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لئے مقام رویت سے متعدّد جماعتوں کا آکر یہاں متفقہ بیان دینا ضروری ہے، جبکہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے۔ مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں، تو اس خبر میں شہادت بلکہ تواتر یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی؟ یہ ایک مجرد خبر ہے“۔

(فتاویٰ بحر العلوم ج2 ص241)

خبر استفاضہ اور محدث کبیر کی تحقیق

حنفیہ کے نزدیک خبرِ مستفیض، خبرِ متواتر کا مترادف ہے، اس لیے کلامِ فقہاء میں اگر کہیں استفاضۂ خبر کا ذکر ملتا ہے تو وہ تواترِ خبر ہی کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ درجِ ذیل عبارات کے سیاق سے ظاہر ہے۔

بحر الرائق میں ہے:''قال الإمام الحلواني: من مذهب أصحابنا أن الخبر إذا استفاض من بلدةٍ أخرى وتحقق يلزمهم حكم تلك البلدة''۔(ج۲،ص۲۷۱)

اور تاتارخانیہ میں ہے:''وعن محمد لا يُعتبر حتى يتواتر الخبر من كل جانب، هكذا رُوي عن أبي يوسف''۔

ہمارے اس دعویٰ پر علامہ شامی کی درج ذیل عبارت روشن دلیل ہے:

''اعلم أن المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت إلى البلدة التي لم يثبت بها، لا مجرد الاستفاضة''۔

ان عبارات کے بعد علامہ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت:

''معنى الاستفاضة أن تأتي من تلك البلدة جماعاتٌ متعددون'' میں بھی استفاضہ بمعنی تواترِ خبر متعیّن ہے۔ یعنی محض شہرتِ خبر یا محدثین کے اصول پر خبرِ مستفیض ہونا کافی نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ خبر دینے والے اتنے افراد پر مشتمل ہوں کہ جن کی خبر سے یقینِ شرعی حاصل ہو جائے، اور مخبرین کی کثرت کے سبب ان کا کذب پر متفق ہونا عادتاً محال ہو جائے۔

لہٰذا استفاضۂ خبر کے لیے موبائل اور ٹیلیفون کے ذریعے خبر دینا ہرگز معتبر نہیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:''شریعتِ مطہرہ نے دوسرے شہر کی خبر کو شہادتِ کافی یا اثرِ شرعی پر مبنی فرمایا، اور ان میں بھی کافی و شرعی ہونے کے لیے بہت سی قیود و شرائط مقرر فرمائیں، جن کے بغیر ہرگز گواہی و شہرت بکارِ آمد نہیں''۔(فتاویٰ رضویہ، ج۴، ص۵۲۳)

اس کے علاوہ استفاضۂ خبر میں مخبرین کا قاضی کے روبرو خبر دینا بھی ضروری ہے، جیسا کہ علامہ رحمتی کی تعبیر "أن تأتي من تلك البلدة" اور علامہ شامی کی عبارت "من الواردين من بلدة الثبوت" سے ظاہر ہے۔ یہی مفہوم اعلیٰ حضرت کی درج ذیل عبارت سے بھی واضح ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

مگر یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ خبر، تار یا خط بدرجۂ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے اور اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط ہے، کیونکہ استفاضہ کے معنی وہ ہیں جو علماء نے بیان فرمائے، یعنی متعدّد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۱۵۵۸)

علامہ رحمتی کی عبارت میں متعدّد جماعتوں کے آنے کی قید کو اتفاقی قرار دینا غلط ہے، بلکہ یہ قید لازمی اور احترازی ہے۔ جن لوگوں نے جدید وسائلِ خبر، مثلاً ٹیلیفون، موبائل، فیکس اور انٹرنیٹ وغیرہ کی خبر کو استفاضہ میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے، وہ صحیح نہیں، کیونکہ ان ذرائع میں مخبر کا قاضی یا مفتی کے روبرو ہونا شرط مفقود ہے۔ اسی لیے ہمارے مشائخ نے پردے کے پیچھے سے سنی ہوئی خبروں کو ثبوتِ شرعی کے طور پر قبول نہیں کیا، بلکہ یہ فرمایا کہ ٹیلیفون میں شاہد و مشہود نہیں ہوتا، صرف آواز سنائی دیتی ہے، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ محض آواز پر احکامِ شرعیہ کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۵۴۷)

مزید برآں خبرِ مستفیض پر تھری جی (3G) اور انٹرنیٹ کے ذریعے تصویر کا منتقل ہونا آدمی کے حاضر ہونے کے قائم مقام نہیں، کیونکہ عوام کے مشاہدے میں ہے کہ بسا اوقات تصویر کسی کی ہوتی ہے اور آواز کسی اور کی، لہٰذا موبائل کی خبر کے مشتبہ ہونے کے لیے یہی احتمال کافی ہے۔ زیادہ سے زیادہ آواز پہچاننے کی صورت میں ظنِ عرفی حاصل ہو سکتا ہے، نہ کہ یقینِ شرعی، جیسا کہ اعلیٰ حضرت کی صراحت سے ظاہر ہے۔ اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ موبائل میں اسی شخص کی تصویر اور اسی کی آواز ہے، تب بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ

ہر شخص کے پاس (3G) یا جدید سہولت موجود نہیں، اور نہ ہی قائلینِ جواز نے مخصوص آلات کو شرط قرار دیا ہے، بلکہ وہ کسی بھی ٹیلیفون یا موبائل سے حاصل ہونے والی متعدّد خبروں کو خبرِ مستفیض قرار دیتے ہیں، جو محلِ نظر ہے۔ مزید یہ کہ ایک دوسرے کا موبائل استعمال کرنا عام ہے، اس لیے مخصوص نمبروں پر اعتماد بھی غیر یقینی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے ٹیلیفون کی خبر کو حجتِ شرعی ہونے سے اس بنا پر رد نہیں کیا کہ اس میں کئی واسطے ہوتے ہیں یا آواز پہچانی نہیں جاتی، بلکہ اس بنیاد پر رد فرمایا کہ اس میں شاہد و مشہود کی حقیقت مفقود ہے۔ چنانچہ فرمایا: "یونہی ٹیلیفون کہ اس میں شاہد و مشہود نہیں ہوتا، صرف آواز سنائی دیتی ہے"۔ یہ عبارت بذریعہ ٹیلیفون چاند کی خبر کے متعلق سوال کے جواب میں وارد ہوئی ہے، اس لیے اسے صرف شہادت تک محدود کرنا درست نہیں۔ الحاصل، موجودہ دور میں جبکہ فساد و فتنہ عام ہو چکا ہے، خصوصاً رویتِ ہلال کے باب میں عوام بے احتیاط ہو گئے ہیں، اور بعض گمراہ فرقے عوام کو متاثر کرنے کے لیے غیر شرعی فیصلے کرتے ہیں، ایسے میں استفاضہ کی تعریف میں تحریف سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ اسی بنا پر مشائخِ متاخرین نے فرمایا: الفتوى اليوم على عدم جواز القضاء مطلقاً لفساد قضاة الزمان۔ اور علامہ شامی فرماتے ہیں: قوله: إلا أن المعتمد عدم حكمه في زماننا، أي عند المتأخرين لفساد قضاة الزمان۔

(جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت ص 19-27)

حضور محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ کی اس قدرے طویل تحقیقی کلام کا خلاصہ اگر چند سطروں میں پیش کیا جائے تو اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ حنفی فقہ کے مطابق خبرِ مستفیض در حقیقت خبرِ متواتر ہی کے قائم مقام ہے، اس لیے کلامِ فقہاء میں ''استفاضہ'' سے مراد محض شہرت یا کثرتِ روایت نہیں بلکہ ایسا تواتر ہے جو یقینِ شرعی پیدا کرے، جیسا کہ البحر الرائق، فتاویٰ تاتارخانیہ اور رد المحتار کی تصریحات سے واضح ہے کہ دوسرے شہر کی خبر اسی

وقت معتبر ہوگی جب وہ متعدّد جماعتوں کی متفقہ روایت سے درجۂ تواتر کو پہنچے، یہاں تک کہ ان کا کذب پر اجتماع عادتاً محال ہو اور یقینِ شرعی حاصل ہو۔

اور اسی مفہوم کو علامہ شامی نے ''تواتر الخبر من الواردين'' اور علامہ رحمتی نے ''أن تأتي جماعات متعددون'' کے ذریعے متعیّن فرمایا، جس سے مخبرین کی بنفسِ نفیس حاضری اور یک زبانی بیان شرط لازم قرار پاتی ہے؛ لہٰذا جدید ذرائع ابلاغ جیسے موبائل، ٹیلیفون، فیکس اور انٹرنیٹ کی خبریں اس معیار پر پوری نہیں اترتیں کیوں کہ ان میں نہ شاہد و مشہود کی حقیقی موجودگی ہوتی ہے اور نہ ان سے درجۂ یقین حاصل ہوتا ہے، بلکہ زیادہ سے زیادہ ظنِ عرفی پیدا ہوتا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں تصریح ہے کہ ٹیلیفون میں صرف آواز سنائی دیتی ہے جو احکامِ شرعیہ کی بنیاد کے لیے کافی نہیں، نیز صوت و تصویر میں اشتباہ کے امکانات اس کو مزید غیر یقینی بنا دیتے ہیں، اسی لیے فقہاء نے استفاضہ میں قاضی کے روبرو متعدّد جماعتوں کی حاضری کو لازم قرار دیا اور اعلانِ رویت کو بھی شہر اور اس کے مضافات تک محدود رکھا، جبکہ زمانۂ فساد کے پیشِ نظر متاخرین نے احتیاطاً عمومی قضا پر بھی اعتماد میں کمی کو ظاہر کیا۔

حاصل یہ کہ خبرِ مستفیض کا تحقق صرف اسی وقت ہوگا جب حقیقی تواتر، کثرتِ مخبرین اور یقینِ شرعی جمع ہوں، اور جدید ذرائع کو بلا قید اس میں شامل کرنا اصولِ فقہ کے خلاف اور محلِ احتیاط ہے۔

خبر استفاضہ اور حضور تاج الشریعہ

خبرِ استفاضہ کی تعریف اور اس میں مذکور قیود خصوصًا وہ قید جسے **علامہ رحمتی** نے ذکر فرمایا اس کے بارے میں معاصر اہلِ علم کے درمیان جو اختلاف پیدا ہوا ہے، اس میں دوسرا طبقہ اسے محض زمانی و اتفاقی قرار دے کر اس میں توسیع کا قائل ہے، جبکہ پہلا طبقہ اسے اصولی اور

معتبر قید سمجھتا ہے۔ اس مسئلہ پر حضور محدث کبیر دامت برکاتہم العالیہ کی جانب سے بھی کلام آچکا ہے اور مفتی شمشاد احمد صاحب قبلہ کی تحریر جو در حقیقت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کی تحریروں کی تلخیص تھی اس ضمن میں بھی حضور تاج الشریعہ کا موقف کا بیان ہو چکا ہے، تاہم اس پوری بحث کو نہایت محققانہ، اصولی اور مضبوط انداز میں سمیٹتے ہوئے مزید حضور **تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان** نے جو کلام فرمایا ہے وہ یہ ہے:

”یہی وجہ ہے کہ علامہ رحمتی نے استفاضہ کی وہ تعریف کی جس کی رو سے جماعت مخبرین کا دوسرے شہر میں قاضی کے روبرو حاضر ہونا ضروری ہے، جن حضرات نے استفاضہ کی دوسری قسم کی نشاندہی کی جس کی رو سے قاضی کے حضور حاضر ہونے کی اتفاقی شرط اُٹھ گئی، ان پر لازم ہے کہ قرآن و سنت سے یا کم از کم فقہ کی کتبِ معتمدہ سے اس صورتِ جدیدہ کا استثناء مبرہن کریں، دلیل لائیں تاکہ اس میں نظر کی جائے، اور اگر اس پر کوئی دلیل نہیں رکھتے تو بتائیں کہ آپ حضرات نے از روئے تقلید التزامِ مذہبِ معین کا عہد کیا یا نہیں؟ تقلیدِ مذہبِ معین سے یہ عہد ضرور لگا بندھا ہے، اس کی رو سے کیا آپ پر لازم نہیں کہ قولِ راجح ہی پر عمل کریں اور اس کو مذہب جانیں؟ ضرور لازم ہے۔“

(جدید ذرائع ابلاغ سے رویتِ ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت، ص:37)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کے نزدیک علامہ رحمتی کی بیان کردہ تعریف محض وقتی یا اتفاقی نہیں، بلکہ اس کے پس منظر میں اصولی بنیادیں کارفرما ہیں اور اگر کوئی اس میں تبدیلی یا توسع کا قائل ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے موقف کے حق میں صریح شرعی یا فقہی دلیل پیش کرے۔ مزید برآں، آپ نے اس مسئلہ کو محض ایک جزوی فقہی اختلاف کے بجائے التزامِ مذہب کے اصول سے جوڑ کر یہ واضح کیا کہ جب کسی نے ایک معین مذہب کی تقلید کا التزام کیا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسی کے قولِ راجح کو اختیار کرے، نہ کہ بلا دلیل کسی نئی تعبیر کو ترجیح دے۔

حضور **تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان** نے اپنی مذکورہ تحریر میں خبرِ استفاضہ کی تعریف میں پائی جانے والی اس قید (جو محلِّ نزاع ہے) کے بارے میں نہایت اصولی اور محققانہ انداز میں یہ سوال قائم فرمایا ہے کہ آخر کس دلیلِ شرعی یا معتبر فقہی اصل کی بنا پر اس قید کا استثناء کیا جا رہا ہے؟ گویا آپ نے محض دعوائے توسع کو کافی نہیں سمجھا بلکہ اس کے لیے نصوصِ شرعیہ یا کم از کم کتبِ فقہِ معتمدہ سے صریح استدلال کا مطالبہ کیا ہے۔ تاہم اس اعتراض کا جواب طبقۂ ثانیہ کی بعض تحریروں میں پیش کیا گیا ہے، جہاں وہ حالاتِ زمانہ، تغیرِ وسائل اور تعاملِ جدید کو بنیاد بنا کر اس قید کے عدمِ لزوم پر استدلال کرتے ہیں؛ لیکن یہ کہ ان کے دلائل کہاں تک اصولِ فقہ کے معیار پر پورا اترتے ہیں اور آیا وہ واقعی اس قید کے استثناء کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں یا نہیں یہ ایک دقیق علمی مسئلہ ہے جس کا حتمی فیصلہ انہی اہلِ نظر علمائے محققین اور فقہائے باریک بیں کے سپرد ہے، جو اصول و فروع دونوں پر گہری بصیرت رکھتے ہوں۔ تاہم ایک اہم سوال جو حضور تاج الشریعہ نے دوسرے طبقہ کے علما و فقہا پر قائم فرمایا ہے وہ یہاں تحریر کیا جا رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب استفاضہ متعدّد ٹیلیفون اور متعدّد فیکس وغیرہ سے موصول ہونے کی صورت میں متصور تھا تو اعلیٰ حضرت نے استفاضہ کے بیان میں یہ صورت کیوں نہ لکھی؟ اور جب ٹیلیفون کی خبر کو غیر معتبر ٹھہرایا تو متعدّد فونوں کے موصول ہونے کا استثناء فرما کر اسے استفاضہ کیوں نہ قرار دیا؟

(جدید ذرائع ابلاغ سے رؤیتِ ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت، ص:39)

خلاصہ یہ کہ اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ موبائل اور ٹیلیفون کی خبریں زیادہ سے زیادہ اطلاع یا اعلان کا درجہ رکھتی ہیں، نہ کہ شرعی ثبوت کا اور نہ ہی وہ خبرِ مستفیض کی شرائط کو پورا کرتی ہیں۔ لہٰذا رویتِ ہلال جیسے اہم شرعی معاملہ میں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں، بلکہ وہی طریقے معتبر ہوں گے جو فقہاء و اکابرین نے صراحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اور انہی

پر عمل کرنا احتیاط اور شریعت کے مطابق ہے اور یہی موقف علمائے محققین اور فقہائے باریک بیں کے پہلے طبقہ کا ہے۔

ایرادات وجوابات

اس طبقہ کے موقف پر مختلف انداز اور جہتوں سے موبائل کے ذریعہ خبر استفاضہ کے قائلین کی طرف سے اعتراضات وایرادات قائم کئے جاتے ہیں جن کا اوپر مختصراً جواب دیا گیا ہے، تاہم دوسرے طبقہ کے موقف بیان کرنے سے قبل ان ایرادات کا ذکر مع جوابات اجمالاً وملخصاً کیا جاتا ہے، تاکہ ہر پہلو قارئین کی نگاہوں اور علم میں ہو۔

ا۔ایراد : جب موبائل اور ٹیلیفون کے ذریعہ آنے والی کثیر خبریں ایک حد تک پہنچ کر یقین پیدا کر دیتی ہیں تو انہیں ”خبرِ استفاضہ“ کیوں تسلیم نہ کیا جائے؟

جواب : اصولِ فقہ کے مطابق خبرِ استفاضہ محض کثرتِ خبر یا ظاہری یقین کا نام نہیں بلکہ معتبر شرعی طریقے سے منتقل ہونے والی خبر کا نام ہے۔

امام احمد رضا خان نے فتاوی رضویہ میں واضح فرمایا کہ ٹیلیفون کی خبر معتبر نہیں، لہٰذا جب اصل ذریعہ ہی غیر معتبر ہو تو اس کے ذریعہ حاصل شدہ کثرت بھی شرعاً حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ استفاضہ دراصل معتبر شہادتوں کے اجتماع سے بنتا ہے نہ کہ غیر معتبر خبروں کے انبار سے۔

۲۔ایراد : خبرِ استفاضہ کی تعریف کو بدل کر صرف ”مشہور ہو جانے“ تک محدود کر دیا گیا ہے، حالانکہ اصل تعریف اس سے مختلف ہے۔

جواب : فقہاء کے نزدیک خبرِ استفاضہ صرف شہرت کا نام نہیں بلکہ اس میں تحقیق اور کثیر جماعتوں کا بنفسِ نفیس آکر یک زبان خبر دینا شرط ہے، جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔ لہٰذا محض موبائل پر خبر کا پھیل جانا اس تعریف کو پورا نہیں کرتا۔

۳۔ ایراد : جدید ذرائع (موبائل، ویڈیو، آڈیو) میں شناخت واضح ہوتی ہے، اس لیے انہیں معتبر ہونا چاہیے۔

جواب : فقہی اصول "النغمۃ تشبہ النغمۃ" کے تحت صرف آواز یا تصویر کی بنیاد پر شرعی احکام قائم نہیں کیے جاتے، کیونکہ مشابہت اور غلطی کا احتمال باقی رہتا ہے۔

۴۔ ایراد : زمانہ بدل چکا ہے، اس لیے جدید ذرائع کو قبول کرنا چاہیے۔

جواب : شریعت کے اصول زمانہ کے بدلنے سے تبدیل نہیں ہوتے بلکہ ذرائع کو انہی اصولوں کے تابع رکھا جاتا ہے، لہٰذا ہر نیا ذریعہ خود بخود معتبر نہیں ہو جاتا جب تک وہ شرعی شرائط پر پورا نہ اترے۔

۵۔ ایراد : امام احمد رضا خان نے اعلانِ عید کے ذرائع کے ذکر میں "توپ، ڈھنڈورا وغیرہ" فرمایا ہے، تو اس "وغیرہ" میں جدید ذرائع جیسے موبائل، ٹیلیفون اور دیگر آلاتِ ابلاغ بھی شامل ہیں، لہٰذا ان کے ذریعہ آنے والی خبریں بھی قابلِ قبول ہونی چاہئیں، جب ان سے یقین حاصل ہو جائے اور تمام تر شبہات ختم ہو جائیں۔

جواب : اصولِ قیاس کے مطابق "وغیرہ" کا اطلاق انہی اشیاء پر ہوتا ہے جو اپنی جنس میں مماثل ہوں، جبکہ موبائل کا تعلق اعلان کے قدیم ذرائع سے نہیں بلکہ خبر رسانی سے ہے، اس لیے اسے بلا دلیل اس میں شامل کرنا درست نہیں۔

۶۔ ایراد : کثرتِ علماء کی موبائل کے ذریعہ گواہی خبرِ استفاضہ کے لیے کافی ہے۔

جواب : خبرِ استفاضہ میں صرف تعداد کافی نہیں بلکہ "مجلس میں حاضر ہو کر" گواہی دینا شرط ہے۔

۷۔ ایراد : موبائل کے ذریعہ آنے والی خبریں پورے عالم میں پھیل جاتی ہیں، اس لیے انہیں عام (استفاضہ) سمجھا جائے۔

جواب : فقہ میں استفاضہ کا تعلق محض پھیلاؤ سے نہیں بلکہ معتبر طریقۂ نقل سے ہے

اور اس میں تحقیق اور شرعی طریقہ کا ہونا ضروری ہے، ورنہ یہ محض افواہ شمار ہوگی۔

۸۔ ایراد : موبائل کے ذریعہ صرف اعلان کیا جاتا ہے، ثبوت پہلے سے ہو چکا ہوتا ہے، اس لیے یہ جائز ہے۔

جواب : **اگر کسی مقام پر شرعی ثبوت مکمل ہو چکا ہو تو اس کا اعلان موبائل سے کرنا درست ہے، لیکن اس اعلان کو دوسرے مقامات کے لیے بذاتِ خود ثبوت قرار دینا درست نہیں، کیونکہ اعلان اور ثبوت میں فرق ہے۔**

۹۔ ایراد : جدید دور میں سہولت اور آسانی کو مد نظر رکھتے ہوئے موبائل کو قبول کرنا چاہیے۔

جواب : شریعت میں سہولت کا اعتبار ضرور ہے مگر اصول کو چھوڑ کر نہیں، لہٰذا جہاں فقہی تصریحات واضح ہوں وہاں سہولت کی بنیاد پر حکم تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرا طبقہ

دوسرا طبقہ ان اہلِ علم و تحقیق پر مشتمل ہے جنہوں نے خبرِ استفاضہ کے مفہوم میں عصرِ حاضر کے حالات، جدید ذرائعِ ابلاغ اور نقلِ خبر کی نئی صورتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، نیز فتاویٰ رضویہ سے استفادہ کرتے ہوئے توسع اختیار کیا ہے، جیسا کہ ماقبل میں اس جانب اشارہ ہو چکا ہے۔ اس موقف کی نمائندگی اس وقت محققِ مسائلِ جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب مد ظلہ العالی کرتے ہیں۔ اسی طرح اس موضوع کی تنقیح و توضیح میں فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر رضوی مد ظلہ العالی اور شیخِ طریقت حضرت مفتی عبید الرحمن رشیدی پور نوری مد ظلہ العالی نے بھی تحقیقی انداز میں قلم اٹھایا اور اپنے گہرے مطالعہ و فہم کی روشنی میں اس مسئلے کو واضح کرنے کی کوشش فرمائی، نیز دونوں طبقوں کے محبوب و ممدوح، فقیہِ اہلِ سنت، عمدۃ المحققین حضرت علامہ مفتی آلِ مصطفیٰ مصباحی اشرفی

رحمہ اللہ تعالیٰ استاذِ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی نے بھی اس موضوع پر نہایت مدلل اور محققانہ انداز میں اپنے افکار پیش کیے، جن میں علمی گہرائی اور فقہی بصیرت نمایاں طور پر جھلکتی ہے۔ ذاتی طور پر راقم الحروف کو مفتی عبید الرحمن رشیدی صاحب اور مفتی آلِ مصطفیٰ کے مضامین اور ان کی توضیحات و تنقیحات زیادہ پسند آئیں، جن میں تحقیق کا وقار، اسلوب کی متانت، اندازِ تفہیم و تنقیح اور دلائل کی مضبوطی لائقِ تحسین ہے۔

اس طبقہ کے نزدیک خبرِ استفاضہ کا اصل مدار "کثرتِ مخبرین" اور "حصولِ ظنِ غالب" ہے، نہ کہ صرف مخبرین کا جسمانی طور پر حاضر ہونا۔ وہ فقہاء کی عبارات سے استدلال کرتے ہیں، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے:

"العبرة لتواتر الخبر و مجيئه من كل جانب"

یعنی اعتبار اس بات کا ہے کہ خبر مختلف اطراف سے کثرت کے ساتھ آئے۔

اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ سے منقول ہے: "ما استكثره الحاكم فهو كثير" یعنی جسے حاکم کثیر سمجھے وہی کثیر ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت نے عددِ معین مقرر نہیں کیا بلکہ اطمینان اور غلبۂ ظن کو معیار بنایا ہے۔ نیز اگر آج کے دور میں مختلف شہروں سے، متعدّد معتبر افراد سے، الگ الگ ذرائع (موبائل کال، ویڈیو، پیغامات) کے ذریعے ایک ہی خبر موصول ہو اور تحقیق و تصدیق کے بعد اطمینان حاصل ہو جائے، تو یہ بعینہٖ وہی صورت ہے جسے فقہاء نے "استفاضہ" کہا ہے۔ علامہ شامی کی عبارت "المراد تواتر الخبر... لا مجرد الشيوع" بھی اسی کی تائید کرتی ہے کہ محض افواہ نہیں بلکہ معتبر کثرت مطلوب ہے۔

پہلے طبقہ کے شبہات کا جواب دیتے ہوئے یہ حضرات کہتے ہیں کہ فتاویٰ رضویہ میں "تار" کے عدمِ اعتبار کی جو وجوہات بیان کی گئی تھیں، وہ اپنے زمانے کے مخصوص حالات سے متعلق تھیں، جہاں خبر نقل در نقل ہوتی تھی، مخبر کی شناخت مشکل تھی اور تصدیق کا کوئی مؤثر

نظام نہیں تھا۔ آج صورتِ حال یکسر مختلف ہے۔ موبائل کے ذریعہ براہِ راست رابطہ ہوتا ہے، نمبر اور شناخت معلوم ہوتی ہے، ویڈیو کال کے ذریعہ رویت ممکن ہے اور ایک ہی خبر کو مختلف مستقل ذرائع سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اس طرح نہ صرف "نقل در نقل" کا اشکال ختم ہوجاتا ہے بلکہ حقیقی تعددِ مخبرین بھی حاصل ہوجاتا ہے، جو استفاضہ کی روح ہے۔

اسی طرح فقہاء کی عبارات میں "جماعات کا آنا" دراصل اس زمانے کے عرف کی تعبیر ہے، نہ کہ کوئی شرط لازم۔ اگر "آنا" کو لازمی شرط مان لیا جائے تو پھر ہر غیر حضوری ذریعہ ہمیشہ کے لیے ناقابلِ قبول قرار پائے گا، حالانکہ خود فقہاء نے اصل معیار "ظنِ غالب" اور "اطمینان" کو قرار دیا ہے، نہ کہ "حضورِ جسمانی" کو۔ اس لیے جدید ذرائع کو اصولِ شریعت کے تحت پرکھا جائے گا، نہ کہ محض ان کی نئی صورت کی وجہ سے رد کیا جائے گا۔

محقق مسائل جدیدہ علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی مدظلہ العالی

خبر استفاضہ کی تعریف میں اس وقت پیچیدگی و اضطراب پیدا کرنے والی وہ قید ہے جس کا ذکر علامہ رحمتی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اس کے جواب و تشریح میں محقق مسائل جدیدہ علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب قبلہ، شیخ الحدیث و صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارکپور فرماتے ہیں:

"جس زمانے میں علامہ رحمتی رحمۃ اللہ علیہ تھے اُس وقت نہ ٹیلی فون کا کوئی سسٹم تھا، نہ ریڈیو کا کوئی سسٹم تھا، نہ موبائل کا کوئی سسٹم تھا تو ایک دو روز میں خبر کے مستفیض یا مشہور ہونے کا صرف یہی ایک طریقہ تھا کہ لوگ گروہ در گروہ جا کر کسی کو بتائیں۔ ورنہ خبر تو مشہور ہوگی مگر پانچ، چھ مہینے بعد ہوگی، جس کا کوئی خاص فائدہ نہ ہوگا۔ اس سے پہلے تو شہادت شرعیہ حاصل ہوسکتی ہے۔ مقصود تو یہ ہے کہ جلد سے جلد ثبوت شرعی فراہم ہوجائے تاکہ صبح

سے روزہ رکھیں، یا عید کریں، یا روزہ کئی دن کا فوت نہ ہو، نہ ہی عید میں کئی روز کی تاخیر ہو اور اس قدر جلد، تواتر یا استفاضہ کے تحقق کے لیے اُس زمانے میں گروہ در گروہ لوگوں کا آنا ہی ضروری تھا، اس لیے علامہ مصطفی رحمتی رحمۃ اللہ علیہ نے استفاضہ کی وہ تشریح فرمائی۔ وہاں سے متعدّد جماعتیں آئیں اور بیک زبان اس طرح کا بیان دیں تو خبر مستفیض ہو جائے گی اور روزہ رکھنا یا عید کرنا لازم ہو جائے گا۔ لیکن آج اللہ کے کرم سے ٹیلی فون اور موبائل کا ایسا سسٹم ایجاد ہو گیا ہے، کہ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے آدھے گھنٹے کے اندر پورے ہندوستان کے حالات ہم معلوم کر لیتے ہیں اور جانچ پڑتال کر کے پوری تحقیق کر لیتے ہیں۔ تو جب آدمی ایک جگہ بیٹھے بیٹھے ساری تحقیق کر لیتا ہے، ساری خبریں آجاتی ہیں، تحقیق ہو جاتی ہے تو آنے کی جو شرط تھی آج وہ نہ رہی۔ (موبائل سے استفاضہ خبر-کب اور کیسے ص38-39)

مجمع البحرین مفتی عبید الرحمن رشیدی

جماعت اہل سنت کی ایک عظیم روحانی و علمی اور غیر متنازع شخصیت مجمع البحرین حضرت علامہ مفتی شاہ عبید الرحمن رشیدی دام ظلہ العالی سجادہ نشیں خانقاہ رشیدیہ جون پور (یوپی) اپنے ایک طویل مضمون بعنوان ”موبائل کی خبروں سے استفاضہ شرعی کا حکم“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ثبوت ہلال کے طریقوں میں سے ایک طریقہ استفاضہ شرعی بھی ہے جو از قبیل شہادت نہیں بلکہ از قبیل خبر ہے جب کہ یہ مشہور اور باتحقیق ہو۔ فتاوی رضویہ میں ہے: (ہمارے ائمہ نے صرف استفاضہ واشتہار کافی نہ جانا بلکہ اس کے ساتھ تحقیق ہو جانے کی قید زیادہ فرمائی)۔ (فتاوی رضویہ ۵۶۱/۴)

معلوم ہوا کہ خبر مشہور اگر باتحقیق ہو تو یہ استفاضہ شرعی ہے اور ثبوت ہلال میں معتبر ہے۔ اب رہی یہ بات کہ علامہ رحمتی نے استفاضہ شرعی کا جو معنی بتایا ہے کہ بلدہ ثبوت سے

متعدّد جماعتیں آکر یہ بیان دیں، تو یہ ان کے دور کے اعتبار سے ہے کہ ان کے دور میں تحقیق کی بس یہی صورت تھی، یہ موجودہ ذرائع ابلاغ ان کے دور میں نہیں تھے، مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ تحقیق اسی معنی میں منحصر ہو۔ اگر یہ بات ہوتی تو اعلیٰ حضرت فتاوی رضویہ میں یہ نہیں فرماتے کہ:

''تار کی خبر مجہولین، فساق، بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے، ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں۔''(فتاوی رضویہ ۴/۵۲۱)

بلکہ صاف فرمادیتے کہ **تار کی خبر میں بلدہ ثبوت سے متعدّد جماعتوں کا آکر بیان دینا نہیں پایا جاتا جو استفاضہ شرعی کے لیے ضروری ہے**، لہٰذا یہ معتبر نہیں۔ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ تار کی خبر مجہولین، فساق، بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے؟ اسی طرح یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ "زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں'' ورنہ صاف فرمادیتے کہ زنہار عمل نہ کریں۔ یہ ''بے تحقیق کی قید کیوں لگائی؟

اب آئیے یہ معلوم کریں کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک بے تحقیق خبر کے کیا معنی ہیں؟

تو فرماتے ہیں: بے تحقیق خبریں جن کی سند معلوم نہیں اگرچہ تمام اہل شہر کی زبان پر ہو، کان رکھنے کے قابل نہیں ہوتیں، نہ کہ ان سے کسی حکم شرعی کا اثبات، انصاف کیجئے تار کی یہی حالت ہے۔ شہر والے ہرگز یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ اشاعت کن لوگوں کے ہاتھوں سے ہوئی، تار کے فارم کس نے لکھے، تار بابو کو فارم دینے کون گیا تھا، تو وہی رہا: لا یعلم من اشاعھا اور استفاضہ لغوی کے ساتھ وہ تحقق متحقق نہ ہوا۔ (فتاوی رضویہ ج4 ص544)

لہٰذا مندرجہ بالا فتوی میں اعلیٰ حضرت کا یہ فرمانا کہ **تار کی خبر مجہولین، فساق، بلکہ بعض کفار کی وساطت سے آتی ہے ایسی خبر میں شرع نے فرض کیا تھا کہ زنہار بے تحقیق عمل نہ کریں۔** اس امر کو واضح کر رہا ہے کہ تار کی خبر میں اس بات کی تحقیق ضروری ہے کہ خبر دہندگان مجہول نہ ہوں، معلوم ہوں، خبر دہندگان فاسق یا کافر نہ ہوں، غیر فاسق اور غیر کافر ہوں۔

.............اعلیٰ حضرت کے دور میں ٹیلی فون کا جو حال تھا قریب قریب تار جیسا تھا یعنی جس طرح تار کی خبر میں وسائط کثیرہ ہوا کرتے ہیں، اسی طرح ٹیلی فون کی خبر میں بھی وسائط ہوا کرتے تھے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت کے فتاوی میں عام طور پر ٹیلی فون کا وہی حکم دیا گیا جو تار کا تھا **پھر یہ کہ تار ہو کہ ٹیلی فون یا موبائل اگر ان کے ذریعہ موصولہ خبر حد شہرت کو نہ پہونچتی ہو تو یہ مطلقاً غیر معتبر ہے** اس لئے کہ نہ تو یہ شہادت ہے نہ استفاضہ۔ اور اور اگر حد شہرت کو پہونچتی ہو مگر بے تحقیق ہو تو یہ بھی غیر معتبر ہے اور افواہ۔ اور اگر حد شہرت کو پہونچتی ہو اور بے تحقیق نہ ہو بلکہ باتحقیق ہو تو یہ استفاضہ شرعی ہے اور معتبر ہے۔ موبائل کا حال ٹیلی فون سے کافی مختلف ہے اس میں وسائط نہیں ہوتے مخبر کی خبر براہ راست موصول ہو جاتی ہے یہ خبر" لا یعلم من اشاعها "کی منزل میں نہیں ہوتی ہے۔ **لہٰذا اگر مختلف جگہوں سے رویت ہلال کی خبریں موصول ہوں اور باتحقیق ہوں تو یہ استفاضہ شرعی ہو جائیں گے۔"**

اب آئیے ہم یہاں اعلیٰ حضرت کے ایک اور فتوی سے مزید اس بات کی وضاحت کر دیں کہ استفاضہ شرعی کے لئے علامہ رحمتی کا بیان کردہ معنی شرط لازمی کی حیثیت نہیں رکھتا۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

"دس بیس جگہوں سے آنا کافر یا فاسق یا مجہول کی خبر کو معتبر شرعی نہ کر دے گا، نہ یہاں حد تواتر تک پہونچنا معقول کہ دس نہیں ہزار جگہ سے تار آئیں ہم کو تو ایک ہی تار گھر سے ملیں گے اور کہیں دو چار بھی ہوئے تو یہ تواتر نہیں۔ (فتاوی رضویہ ۵۲۸/۴)

تو اگر جائے ثبوت کی متعدّد جماعتوں کا آکر بیان دینا استفاضہ شرعی کے لیے ضروری ہوتا تو یہ کیوں فرماتے؟ لہٰذا اس سے بھی معلوم ہوا کہ مخبرین کی جماعت متعدّدہ کا آکر بیان دینا استفاضہ شرعی کے لئے کوئی بنیادی امر نہیں ہے، بلکہ بنیادی امر یہ ہے کہ مخبرین کی جماعت متعدّدہ کی خبریں ہوں خواہ براہ راست آکر بیان دیں یا آکر بیان نہ دیں۔ چناں چہ ایک جگہ اعلیٰ حضرت بحر الرائق کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ:

وفي البحر عن الفتح والحق ان العبرة لمجئ الخبر و تواترهم من كل جانب.(فتاوی رضویہ ۴/۵۴۷)

اس میں ہر جانب سے خبروں کے آنے کی بات کہی گئی ہے نہ کہ مخبرین کی جماعات متعدّدہ کے آکر بیان دینے کے بعد، لہذا تواتر اخبار اگر محقق ہو جائیں اور بے سروپا نہ ہوں تو شرعًا معتبر ہو جائیں گی. وهذا ما نحن فيه،لہذا ایک لخت موبائل کے ذریعہ موصولہ خبروں کو مسترد اور بے اعتبار قرار دینا تو قطعی مناسب نہیں۔ یہاں ہم اس سوال کا بھی جواب دے دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ علامہ رحمتی نے تحقیق کے لئے جماعت متعدّدہ کی بات کیوں کی؟ کیا جماعت واحدہ کا بیان تحقیق کے لیے کافی نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جماعت واحدہ کے بیان میں توافق علی الکذب کا احتمال ہے اور جماعت متعدّدہ میں یہ احتمال نہیں رہتا۔ اسی لئے بحر الرائق کی نقل کردہ عبارت میں ''مجئ الخبر وتواترهم من كل جانب '' کہا گیا ہے کہ مجیئ المخبرین۔ اسی طرح ایک جگہ اعلی حضرت نے فتاوی رضویہ ۴/۵۵۴ میں عقود الدریہ کے حوالے سے استفاضہ شرعی کی وضاحت یوں کی ہے:

"البينة اذا قامت على خلاف المشهور المتواتر لا تقبل وهو ان يشتهر ويسمع من قوم كثير لا يتصور اجتماعهم على الكذب".

یہاں سے معلوم ہوا کہ **''استفاضہ شرعی اس خبر مشہور و متواتر کا نام ہے جو اتنے لوگوں سے مسموع ہو جن کا توافق علی الکذب متصور نہ ہو''** ظاہر ہے جب موبائل کی خبریں متعدّد جگہوں سے اور اتنے لوگوں سے موصول ہوں جن کا توافق علی الکذب متصور نہ ہو تو بالیقین یہ استفاضہ شرعی ہے جو کہ حجت شرعیہ ہے۔

سوال: اعلیٰ حضرت نے فتاوی رضویہ میں یہ فرمایا ہے کہ امور شرعیہ دینیہ میں آڑ سے مسموع ہونے والی آواز کا کوئی اعتبار نہیں، لہذا تار، ٹیلی فون، موبائل کے ذریعہ موصولہ خبریں کیوں کر معتبر ہوں گی، جب کی یہ خبریں بھی آڑ سے مسموع ہوتی ہیں؟۔

جواب: آڑ سے مسموع ہونے والی آواز کا غیر معتبر ہونا مطلقاً نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ہے کہ اعلیٰ حضرت نے طرق اثبات ہلال میں سے ایک طریقہ منادی سلطان کی خبر کو بھی قرار دیا ہے، جو عموماً آڑ سے ہی مسموع ہوتی ہے، اسی طرح توپوں کی آواز سننے کو بھی دلائل ثبوت ہلال میں شمار فرمایا ہے، چناں چہ فرماتے ہیں:

''علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے توپیں سنے کو بھی حوالی شہر کے دیہات والوں کے واسطے دلائل ثبوت ہلال سے گنا''۔(فتاوی رضویہ ۴/۵۵۴)

نوٹ: یہ مضمون پانچ صفحات پر مشتمل ہے، یہ کسی کتاب میں بطور تقدیم ہے یا کسی ماہنامہ میں شائع ہوا ہے۔چونکہ فیس بک پر جو صفحات ملے ہیں ان میں صفحہ نمبر تو ہے، مگر وہ کونسی کتاب ہے کونسا رسالہ ہے تاہنوز معلوم نہ ہوسکا۔(امجدی)

ان دونوں مفتیانِ کرام کی تحریروں کا خلاصہ یہ ہے کہ ہلالِ رمضان اور عید کے ثبوت کے لیے اصل چیز ''استفاضہ''یعنی ایسی مشہور اور تحقیق شدہ خبر ہے جس پر اعتماد کیا جاسکے۔ پہلے زمانے میں یہ استفاضہ اس طرح ہوتا تھا کہ مختلف جگہوں سے لوگ آکر خبر دیتے تھے، لیکن آج موبائل، ٹیلی فون اور جدید ذرائع کی وجہ سے خبر جلد اور آسانی سے تحقیق ہوجاتی ہے، اس لیے اب تحقیق کا طریقہ بدل گیا ہے مگر اصل معیار وہی ہے کہ خبر معتبر ہو اور اس میں جھوٹ یا غلطی کا احتمال نہ ہو۔ اگر کسی خبر کی مختلف معتبر ذرائع سے تصدیق ہوجائے اور وہ عام طور پر مشہور ہوجائے تو وہ شرعاً قابلِ قبول ہے، چاہے وہ براہِ راست آکر بیان دی گئی ہو یا جدید ذرائع سے ملی ہو۔اس میں خاص بات یہ ہے کہ صرف مشہور ہونا کافی نہیں بلکہ تحقیق اور معتبر ذرائع سے تصدیق ضروری ہے۔لیکن ان کی بارگاہ میں عرض ہے کہ کیا ہر موبائل یا ٹیلی فون کے ذریعے موصول ہونے والی خبر، محض جدید ذریعہ ہونے کی بنا پر شرعاً معتبر اور قابلِ استفاضہ قرار پائے گی، یا اس کے لیے مزید تحقیق اور تصدیق کی شرط باقی رہے گی؟ نیز یہ کہ خبر کی تحقیق کا معیار عملی طور پر کیا ہوگا اور اس میں کس درجے کی تصدیق کو کافی سمجھا جائے گا؟ مزید

یہ کہ اگر مختلف علاقوں سے موصول ہونے والی خبروں میں اختلاف ہو جائے تو ایسی صورت میں کس خبر کو ترجیح دی جائے گی اور اس کا اصول کیا ہوگا؟ اور وہ سوال بھی یہاں باقی رہے گا جو حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے قائم فرمایا ہے، جس کا ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے۔

تو یہ دوسرے طرف کا موقف ہے اور اس موقف پر طبقہ اول کی طرف سے جو ایرادات پیش کئے جاتے ہیں ان کا جواب بھی مختصرا دیدیا گیا ہے، تاہم جس طرح پہلے طبقہ پر ہونے والے ایرادات وجوابات نمبروار پیش کئے گئے تھے اسی طرح طبقہ ثانیہ کے موقف پر جو ایرادات ہیں انہیں بھی درج ذیل میں مع جواب تقریب فہم کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

ایرادات وجوابات

۱۔اعتراض : ٹیلی فون اور موبائل کے ذریعہ محض خبر دینا، استفاضہ شرعی کے تحقق کے لئے کافی نہیں؛ کیونکہ یہ نہ اپنی رویت کی شہادت ہے، نہ شہادت پر شہادت، بلکہ صرف حکایتِ غیر ہے۔

جواب : یہ اعتراض اس صورت میں درست ہے جب خبر محدود، غیر مصدقہ اور غیر مستفیض ہو؛ لیکن اگر مختلف افراد، مختلف ذرائع اور متعدّد مقامات سے یکساں خبر ہو اور مزید تصدیق کے لئے متعدّد نمبروں پر رابطہ کر لیا جائے، تو یہ خبر ظنِ غالب بلکہ ملحق بالیقین تک پہنچ جاتی ہے، جو فقہاء کے نزدیک استفاضہ شرعی کے تحقق کے لئے کافی ہے، کیونکہ اصل مقصود کثرتِ مخبرین سے اطمینان کا حصول ہے، نہ کہ صرف بالمشافہ آنا۔

۲۔اعتراض : اعلیٰ حضرت نے تار (ٹیلی گرام) کی خبر کو غیر معتبر قرار دیا ہے، لہٰذا موبائل اور ٹیلی فون بھی اسی کے حکم میں ہوں گے۔

جواب : تار کے عدمِ اعتبار کی وجوہ مخصوص تھیں، جیسے: نام و نسب کی تحقیق نہ ہونا، خبر کا نقل در نقل آنا اور مخبرین کی قلت۔ جبکہ موبائل اور ٹیلی فون میں براہِ راست رابطہ، شناخت

اور متعدّد ذرائع سے فوری تصدیق ممکن ہے، اس لئے یہ قیاس مع الفارق ہے اور دونوں کو ایک حکم میں رکھنا درست نہیں۔

۳۔اعتراض : اعلیٰ حضرت نے ٹیلی فون کی خبر کو امورِ شرعیہ میں غیر معتبر قرار دیا ہے۔

جواب : یہ عدمِ اعتبار ''شہادت'' کے باب میں ہے، نہ کہ ''استفاضۂ خبر'' کے باب میں۔ مزید یہ کہ یہ حکم اس وقت کے ٹیلی فون نظام کے اعتبار سے تھا، جب براہِ راست شناخت اور فوری رابطہ ممکن نہ تھا۔ آج کے ترقی یافتہ نظام (جیسے موبائل، ویڈیو کال وغیرہ) میں یہ قباحت باقی نہیں رہی، لہٰذا حکم بھی بدل جائے گا۔

۴۔اعتراض : استفاضہ کی تعریف میں ''جماعات متعدّدہ'' (گروہ در گروہ) کا ذکر ہے، جبکہ فون یا موبائل میں جماعت کا تصور نہیں۔

جواب : ''جماعات متعدّدہ'' سے مراد افراد کا بیک وقت ایک جگہ ہونا نہیں، بلکہ کثرتِ مخبرین ہے جن کی خبر سے ظن غالب حاصل ہو۔ اگر یہی کثرت مختلف ذرائع (فون، موبائل وغیرہ) سے حاصل ہو جائے تو تعریف کا مقصود پورا ہو جاتا ہے، خواہ وہ لوگ ایک جگہ جمع نہ ہوں۔

۵۔اعتراض : علامہ رحمتی کی تعریف میں ''ان تاتی من تلک البلدۃ'' (وہ اس شہر سے آئیں) کی قید ہے، جو موبائل کے ذریعہ خبر میں نہیں پائی جاتی۔

جواب : یہاں آنا بطورِ قید اتفاقی ذکر ہوا ہے، نہ کہ بطور قید احترازی و شرط لازم کے طور پر؛ کیونکہ اس زمانے میں خبر کی ترسیل کا یہی طریقہ تھا۔ اصل اعتبار تواترِ خبر اور تعددِ مخبرین کا ہے، جیسا کہ فقہاء نے 'مجیء الخبر من کل جانب' (ہر طرف سے مسلسل خبر آنے) کو معیار قرار دیا ہے، نہ کہ صرف جسمانی آمد کو۔

۶۔اعتراض : اگر مختلف افراد فون پر خبر دیں بھی تو یہ تواتر یا استفاضہ کے درجہ تک نہیں پہنچتا، کیونکہ مخبرین کی حقیقت مشتبہ رہتی ہے۔

جواب : جب متعدّد معروف، معتبر اور قابلِ اعتماد افراد سے الگ الگ ذرائع سے خبر موصول ہو اور مزید تحقیق و تصدیق کے ذریعے ان کی ثقاہت اور خبر کی صحت پر اطمینان حاصل ہو جائے، تو یہی کثرت تواترِ معنوی یا ستفاضہ کے قائم مقام ہو جاتی ہے، جیسا کہ فقہاء نے ظنِ غالب کو بھی اس باب میں کافی قرار دیا ہے۔

۷۔اعتراض : جدید ذرائع پر اعتماد کرنے سے شرعی احتیاط میں کمی واقع ہوگی اور غلطی کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

جواب : شریعت میں اصل اعتبار تحققِ علم یا ظنِ غالب کا ہے، نہ کہ کسی خاص ذریعے کا۔ اگر جدید ذرائع سے زیادہ مضبوط تحقیق، فوری تصدیق اور وسیع تر خبر حاصل ہو رہی ہو تو یہ احتیاط کے خلاف نہیں بلکہ عین مطابقِ اصول ہے، کیونکہ مقصود یقین یا غالب گمان کا حصول ہے، جو یہاں بدرجۂ اتم ممکن ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ دوسرے طبقہ کے نزدیک جدید ذرائع ابلاغ بذاتِ خود حجت نہیں، بلکہ وہ ایک وسیلہ ہیں، جن کے ذریعہ اگر شرعی معیار (کثرتِ مخبرین، تعددِ ذرائع، اور حصولِ ظن غالب) حاصل ہو جائے تو استفاضۂ شرعی کا تحقق مانا جائے گا اور اسی پر عمل کرنا اصولِ فقہ کے مطابق ہوگا۔

(ماخوذ از مضمون: مفتی مطیع الرحمن صاحب قبلہ، موبائل سے استفاضہ خبر-کب اور کیسے)

تحققِ استفاضہ میں اختلاف اور اتحادِ امت کی راہ

الغرض یہ اختلاف در حقیقت اصولی دائرہ کے اندر رہتے ہوئے "تحققِ استفاضہ" کے طریقہ میں ہے، نہ کہ اصلِ حجیت میں۔ دونوں طبقے اہلِ سنت ہی کے ہیں، دونوں کے مواقف دلائل کی روشنی میں معتبر ہیں اور دونوں کا مقصد شریعت کی صحیح تعبیر اور امت کی رہنمائی ہے۔ اس لیے ایسے مسائل میں طعن و تشنیع کے بجائے وسعتِ ظرف، حسنِ ظن اور باہمی احترام کا رویہ اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔ طبقہ اولیٰ کا موقف زیادہ حزم و احتیاط پر مبنی ہے، جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نظریات اور تحقیق سے زیادہ قریب ہے اور اس میں تاویلات یا اضافی قیاسات کا سہارا کم لیا گیا ہے۔ اس کے برعکس، طبقہ ثانیہ کا موقف فکری، تحقیقی اور تاویلی سفر پر مشتمل ہے، جس میں جدید حالات اور دستیاب ذرائع کی روشنی میں توسیعی غور و فکر پر مشتمل ہے۔

اصولی طور پر اولا تو یہی کوشش رہے کہ طبقہ اولیٰ کے موقف کے مطابق عمل کیا جائے، کیونکہ یہ اصل مذہب اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موقف کے زیادہ قریب ہے۔ اور اگر زیادہ اختلافات پیدا ہو جائیں، انتشار کا خدشہ ہو جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے عید و بقر عید کے موقع پر تو اختلافی مواقع پر دوسرے موقف کو اختیار کرتے ہوئے عمل کیا جاسکتا ہے اور اسی بنیاد پر چاند کے ثبوت کا اعلان کر دیا جائے، تو یہ ایک نہایت معتدل اور حکیمانہ حل ہو سکتا ہے اور اس کی راہ بھی شرعا نکل رہی ہے اور جن علما و فقہا نے یہ موقف اختیار کیا ہے وہ بھی اپنے وقت کے مایہ ناز محققین میں سے ہیں، جیسے شیخ الاسلام مدنی میاں اور مجمع البحرین حضرت مفتی عبید الرحمن رشیدی، محقق مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین رضوی مصباحی وغیرہم۔

اس طرزِ عمل سے نہ پہلے موقف رکھنے والوں کا موقف کمزور ہوگا اور نہ ان کی توہین لازم آئے گی، کیوں کہ وہ بدستور اپنے اصول پر قائم رہ سکتے ہیں؛ بلکہ یہ ایک مشترکہ عملی تدبیر ہوگی جو امت میں اتحاد و اتفاق کی فضا قائم کرے گی۔

لہٰذا خبرِ استفاضہ بذریعہ موبائل کو شرعی اصولوں کی رعایت اور مناسب تحقیق و تصدیق کے ساتھ اختلاف کے مواقع پر اختیار کرنا درحقیقت اتحاد کی خوشبو پھیلانے اور اہلِ سنت کے اعتدال پسند مزاج کو ظاہر کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ بن سکتا ہے۔

قاضی و نائب قاضی کے اعلان کی حیثیت اور عملی راہ

رؤیتِ ہلال جیسے اہم اور اجتماعی مسئلہ میں شریعتِ مطہرہ نے احتیاط، تحقیق اور اعتماد کے اصولوں کو بنیادی اہمیت دی ہے، خصوصاً جب معاملہ اعلانِ عام اور امت کے اجتماعی عمل سے متعلق ہو تو محض ظاہری ذرائع یا غیر مصدقہ اطلاعات پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے پس منظر میں شرعی بنیاد اور اصولی ضوابط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے، اسی لئے قاضی اور نائبِ قاضی کے اعلان کی نوعیت کو سمجھنا انتہائی اہم ہے۔

شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ”اگر خود قاضی یا نائب قاضی ثبوت ہلال کے بعد اپنے جملہ نائبین کو بذریعہ ٹیلی فون مخصوص و مخفی علامتی نشان کے ساتھ خود اپنی طرف سے اعلان کا اذن دے دے تو اس اعلان کے اذن کی بنیاد پر وہ جملہ نائبین قاضی یا نائب قاضی کی طرف سے جو اعلان کرائیں گے وہ ضرور قابل قبول ہوگا اور اس پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ جب ثبوت ہلال کے لیے وہ غلبہ ظن کافی ہے جو کسی طریق موجب سے حاصل ہو تو پھر اعلان و خبر پر عمل کرنے کے لیے بھی اسی طرح کا غلبۂ ظن کافی ہوگا۔“

(https://shaikhulislam.wafasite.com)

دوسری جانب محدث کبیر دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

”قاضی خواہ ایک شہر کا ہو یا پورے ملک کا، اس کا اعلان اس شہر اور حوالی میں معتبر ہے جہاں اس نے فیصلہ صادر کیا۔ امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، سلطان اسلام، قاضی القضاۃ، یا پورے ملک کا قاضی، یہ سب عہدے آج کی ایجاد نہیں ہیں بلکہ زمانہ قدیم سے یہ عہدے رائج ہیں، اس کے باوجود فقہائے عظام نے قاضی کے اعلان کو شہر اور حوالی شہر تک ہی ہے کیوں محدود رکھا؟ اور یہ کیوں نہ فرمایا کہ سلطان اسلام اور پورے ملک کے قاضی کا اعلان پورے ملک میں نافذ و واجب العمل ہوگا۔“ (جدید ذرائع ابلاغ سے۔۔۔ ص 19-27)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی کا اعلان اسی شہر اور اس کے مضافات تک معتبر ہوتا ہے جہاں اس نے فیصلہ صادر کیا، اس کے بالمقابل مدنی میاں کے موقف اعلان میں تعمیم ہے اور جب معاملہ اس طرح کا ہو کہ ایک میں تعمیم اور دوسرے میں تحدید تو ایسی صورت میں ایک معتدل اور قابلِ عمل صورت یہ ہے کہ ثبوتِ ہلال کے مرحلے میں سخت اصولی احتیاط کو برقرار رکھا جائے، جبکہ اعلان کے مرحلے میں قاضی کے مجاز و معتمد نائبین کے ذریعے منظم طریقے سے اطلاع کی ترسیل کی جائے، یعنی ہر قاضی اپنے اپنے شہر و مضافات میں ہی اپنے اعلان کو کافی سمجھے۔ اگر اہلِ سنت کے علماء اور ذمہ داران اس ترتیب کو اختیار کرلیں تو رویتِ ہلال کے موقع پر پیدا ہونے والا انتشار، اختلاف اور بے چینی بڑی حد تک ختم ہو سکتی ہے، کیونکہ اس میں نہ صرف شرعی اصولوں کی پاسداری ہے بلکہ نظم، احتیاط اور اجتماعی ذمہ داری بھی شامل ہے۔ لہٰذا عوامِ اہلِ سنت کے لیے راہِ اطمینان یہی ہے کہ وہ اپنے علاقے کے معتبر قاضی یا علماء کے اعلان پر اعتماد کریں، غیر مصدقہ اور انفرادی خبروں سے اجتناب کریں اور اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھیں کہ اصل مقصد یقینِ شرعی کے ساتھ اتحادِ امت کو برقرار رکھنا ہے، تاکہ عیدین کے موقع پر کوئی تذبذب باقی نہ رہے بلکہ ایک ہی دن عبادت اور خوشی کی پر امن اور متحد فضا قائم ہو۔

نیپال کے تناظر میں عملی لائحۂ عمل اور مختلف فیہ مسئلہ کا معتدل حل

اب گفتگو کے اختتام پر ایک نہایت اہم پہلو کی طرف توجہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ اب تک جو کچھ بیان کیا گیا وہ ایک عمومی اور اصولی بحث تھی، جس میں نہ کسی خاص ملک کی تخصیص تھی اور نہ کسی مخصوص خطہ کی تحدید؛ لیکن چونکہ یہ مسئلہ عملاً نیپال کے علماو عوام کو بھی پیش آتا ہے، اس لئے وہاں کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ایک واضح، حکیمانہ اور قابلِ عمل لائحۂ عمل متعیّن کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ نیپال جیسے ملک میں جغرافیائی اور موسمی اختلافات بکثرت پائے جاتے ہیں؛ بسا اوقات ایک علاقے میں ابر و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہیں آتا، جبکہ دوسرے علاقے میں فضا صاف ہونے کے باعث رویتِ ہلال بآسانی ہوجاتی ہے۔ شہادت شرعیہ کے ذریعہ ثبوت ہلال نہ ہو بلکہ خبر استفاضہ کے ذریعہ ہو جس کی تفصیل ماقبل میں ہوچکی ہے، نیز خبر استفاضہ ہو یا شہادت شرعیہ کے حصول کی صورت اگر معاملہ اعلان کا ہو تو چونکہ پورے ملک پر ایک ہی اعلانِ رویت کا لازم ہونا اسی وقت ممکن و آسان ہے جب کوئی ایسا مرکزی شرعی حاکم موجود ہو جس کی قضاء اور فیصلہ تمام علاقوں میں بلا نزاع نافذ ہو، اور سب طبقاتِ اہلِ سنت اس کی طرف رجوع کریں۔

موجودہ دور میں خصوصًا نیپال جیسے ملک کی صورتِ حال کو دیکھا جائے تو یہاں نہ کوئی ایسا حاکم شرع ہے اور نہ متفقہ مرکزی قاضی یا قاضی القضاۃ موجود ہے اور نہ ایسا متحدہ نظامِ قضاء جس کے فیصلہ کو بلا اختلاف پورے ملک میں نافذ مان لیا جائے، بلکہ قضا و قاضی کا حال یہ ہے کہ ایک ایک ضلع میں متعدّد قاضیان شرع پائے جاتے ہیں، بلکہ پورے ملک کے قاضی و یا قاضی القضاۃ کے دعویدار بھی متعدّد ہیں۔

اس لئے حالات کو دیکھتے ہوئے چند تجاویز و تدابیر اپنی فہم ناقص سے قارئین کی خدمت میں پیش ہیں:

۱۔ مجموعی طور پر ملک نیپال تین بڑے حصوں میں منقسم ہے،ایک کاٹھمانڈو اور اس کے پہاڑی علاقے،دوسرا یوپی سے متّصل سرحدی خطہ اور تیسرا ترائی کے وہ چند اضلاع (دھنوشا،مہوتری،سرہا،سرلاہی ، سپتری اور متّصل دیگر اضلاع)جو اپنی حساسیت، کثرتِ آبادی اور باہمی اختلافات کے باعث ہمیشہ زیادہ شور و ہنگامہ کا مرکز بنے رہتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اصلاح اور اتحاد کی سب سے زیادہ ضرورت اسی تیسرے حصے کو ہے،کیونکہ اگر یہاں نظم قائم ہوجائے تو پورے ملک میں یکجہتی کی فضا ہموار ہوسکتی ہے اور یہ علاقے محبت کے رنگوں میں رنگے ہوئے نظر آسکتے ہیں۔

۲۔ رؤیت کے موقع پر ان علاقوں میں انتشار و خلفشار کو ختم کرنے کے لیے ایک مضبوط، منظم اور قابلِ عمل نظام کی تشکیل ناگزیر ہے۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہر ضلع کو مستقل ''زون'' کا درجہ دیا جائے اور پھر ہر زون کے اندر مزید تین یا چار ضلعی شعبے قائم کیے جائیں۔اس تقسیم کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہر سطح پر ذمہ داری متعیّن ہوگی، رابطہ مضبوط ہوگا اور کسی بھی خبر یا شہادت کی ترسیل میں بے ترتیبی پیدا نہیں ہوگی۔

۳۔ کسی بھی ماہ کی 29ویں تاریخ سے قبل ہی دن میں تمام ذمہ داران آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ کرلیں،چاند کے سلسلے میں تبادلہ خیال کرلیں اور ماحول و فضا خوشگوار رہے اس کے لئے پوری کوشش کریں۔اور پھر وقت مغرب چاند کی رویت کے لئے چندافراد کو تیار کریں، خود بھی دیکھیں،اگر ہر جگہ رویت ہوجائے تو سبحان اللہ اور اگر ان اضلاع میں سے کوئی ایسا ضلع و علاقہ ایسا ہو جہاں رویت نہیں ہوئی ہو تو پھر شہادت کی ترسیل و تحصیل کے لئے مناسب اقدام و مساعی کے لئے پہل کی جائے۔اور پھر متفق ہوکر ہر قاضی اپنے اپنے شہر و مضافات کی تحدید کرکے اعلان کریں۔

۴۔ کوشش یہی رہے کہ شہادت شرعیہ حاصل کی جائے۔ اور یہ صورت بھی زیادہ آسان نہیں، خاص کر عید الفطر کی رات میں، کہ وقت کم رہتا ہے اور مسافت طویل۔ تو ایسی صورت میں طبقہ اولی کے موقف پر عمل کرتے ہوئے چاند کے ہونے کا اعلان کریں یعنی اکمال مدت، اگر شہادت شرعیہ بروقت حاصل نہ ہو سکے۔ اور جو افواہوں، سوشل میڈیائی ہنگاموں اور عوام الناس کی شریعت سے لاعلمی والی بے چینی کو نظر انداز کیا جائے، بلکہ انہیں یہ سمجھایا جائے کہ معاملہ شریعت کا ہے نہ کہ جذبات، شور و شرابہ اور ہنگاموں کا اور نہ اس پر اس کا انحصار ہے کہ فلاں علاقہ میں یا فلاں ضلع میں چاند ہونے کی خبر ہے۔

۵۔ اگر اس صورت پر عمل کرنے کی راہ نہ نکلے اور انتشار کا اندیشہ زیادہ ہو اور اتحاد کی بنیاد متزلزل ہو تو ایسی صورت میں اگر کسی خطہ میں رویتِ عامہ یقینی طور پر ثابت ہو جائے اور وہاں کے معتبر، دیانت دار اور متعدّد افراد موبائل یا دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق ہو جائے، تو اگرچہ یہ صورت اصطلاحی "شہادت" کے درجے میں نہیں آئے گی، تاہم دوسرے طبقہ کے اصول کے مطابق یہ "خبرِ استفاضہ" کے قائم مقام ہو سکتی ہے، بشرطیکہ اس میں کثرتِ مخبرین اور اطمینان بخش تحقیق پائی جائے۔

لہٰذا ایسی صورت میں جہاں بادل یا دیگر عوارض کی وجہ سے مقامی طور پر چاند نظر نہ آیا ہو، وہاں کے قاضی یا مفتی اپنے شہر و مضافات میں اس مستفیض خبر کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتے ہیں۔ تاہم اس میں احتیاط اور نظم کے تقاضے کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ ضروری ہو گا کہ اعلان کرتے وقت صراحت کے ساتھ یہ وضاحت کر دی جائے کہ یہ فیصلہ فلاں شہر یا مخصوص علاقہ اور اس کے مضافات کے لئے ہے، تاکہ کسی قسم کا التباس یا غیر ضروری تعمیم پیدا نہ ہو اور عوام اہل سنت سے بھی یہ اپیل کی جائے کہ اگر کہیں ایک ساتھ عمل نہ ہو پائے تو اس کی وجہ سے شور شرابا، ہنگامہ آرائیاں نہ کریں اور نہ ماحول گرم کریں۔ کہ مسلمانوں کے جملہ امور و مسائل شریعت کے اصولوں کے تابع ہیں نہ کہ جذبات کے۔

یہی صورت فقیر کی نظر میں حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اور حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ کے اعلان ہلال کے اقوال کی تطبیق کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

الغرض نیپال جیسے متنوع حالات کے حامل ملک میں اس مسئلہ کا حل نہ تو شدت اختیار کرنے میں ہے اور نہ ہی بے احتیاطی میں، بلکہ ایک معتدل راہ یہی ہے کہ اصولِ شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے، دونوں معتبر فقہی مواقف کو سامنے رکھا جائے اور جہاں ضرورت و مصلحت کا تقاضا ہو وہاں خبرِ استفاضہ بذریعہ جدید ذرائع کو مناسب تحقیق و تصدیق کے ساتھ اختیار کیا جائے۔ اس طرزِ عمل سے نہ صرف عملی آسانی پیدا ہوگی بلکہ اختلاف کے باوجود اتحاد، نظم اور باہمی اعتماد کی فضا بھی قائم رہے گی، جو کہ اس دور کی ایک اہم دینی و اجتماعی ضرورت ہے۔

مراد ما نصیحت بود گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

طالب دعا:
ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی عفی عنہ
متھلا بہاری نگر پالیکا، تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)
مقیم حال: دوحہ قطر
18/ شوال المکرم 1447ھ مطابق 04/ اپریل 2026ء شب دوشنبہ